مسلسل اشاعت کا
29واں سال

تنظیم اسلامی کا ترجمان

27

ہفت روزہ
لاہور
# ندائے خلافت

www.tanzeem.org

5 تا 11 محرم الحرام 1442ھ/25 تا 31 اگست 2020ء

## اسلام میں جماعتی نظم کی اہمیت

غزوۂ احد میں حضورﷺ نے 50 تیر اندازوں کا ایک دستہ ایک پہاڑی درّے پر مقرر فرمایا اور حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کو اس کا امیر بنایا۔ آپؐ کا حکم تھا کہ تم یہاں سے ہرگز مت ہلنا' یہاں تک کہ اگر تم دیکھو کہ تمام مسلمان مارے گئے ہیں تب بھی تم اپنی جگہ مت چھوڑنا۔ جنگ کے دوران جب تیر اندازوں نے دیکھا کہ دشمن مغلوب ہو گیا ہے تو ان میں سے 35 نے اپنے امیر یعنی حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کے روکنے کے باوجود اپنی جگہ چھوڑ دی۔ میری رائے یہ ہے کہ تیر اندازوں نے حضورﷺ کے حکم کی تاویل کی' اور یہ سمجھا کہ حضورﷺ کا حکم صرف اس صورت میں تھا اگر مسلمانوں کو شکست کا سامنا ہوتا' لیکن یہاں تو ہمیں فتح مل رہی ہے۔ چنانچہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ ان صحابہؓ نے حضورﷺ کی نہیں بلکہ اپنے مقامی امیر کی حکم عدولی کی۔ بہرکیف' نتیجہ یہ ہوا کہ دشمن کے گھڑ سواروں نے موقع غنیمت جان کر مسلمانوں پر پیچھے سے حملہ کر دیا اور شدید نقصان پہنچایا۔ ڈسپلن کی خلاف ورزی کا معاملہ 35 صحابہؓ نے کیا تھا لیکن سورۃ آل عمران میں واضح فرما دیا گیا کہ اسی ایک غلطی کی وجہ سے فتح جو قریب آ چکی تھی' شکست میں بدل گئی اور 70 صحابہؓ شہید ہوئے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے مسلمان افواج پر واضح کر دیا کہ نظم کی کیا اہمیت ہے اور امیر کا حکم نہ ماننے کی کس طرح سزا ملتی ہے۔

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

## اس شمارے میں

اسرائیل کی نہیں صرف اللہ کی حاکمیت اعلیٰ
14 اگست: اصل پیغام کیا ہے؟
جھوٹے مدعیان نبوت اور توہین رسالت.....
بچوں کے موبائل کی نگرانی کیجیے!
ایک سلطان بھی نہیں
ماہِ محرم الحرام: تاریخ کے جھروکوں سے

# مشرکین نے اپنے پیغمبر کو پہچانا نہیں

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

سورۃ المؤمنون | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیات: 68 تا 1

اَفَلَمۡ یَدَّبَّرُوا الۡقَوۡلَ اَمۡ جَآءَہُمۡ مَّا لَمۡ یَاۡتِ اٰبَآءَہُمُ الۡاَوَّلِیۡنَ ﴿۶۸﴾ اَمۡ لَمۡ یَعۡرِفُوۡا رَسُوۡلَہُمۡ فَہُمۡ لَہٗ مُنۡکِرُوۡنَ ﴿۶۹﴾ اَمۡ یَقُوۡلُوۡنَ بِہٖ جِنَّۃٌ ؕ بَلۡ جَآءَہُمۡ بِالۡحَقِّ وَ اَکۡثَرُہُمۡ لِلۡحَقِّ کٰرِہُوۡنَ ﴿۷۰﴾ وَ لَوِ اتَّبَعَ الۡحَقُّ اَہۡوَآءَہُمۡ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَ الۡاَرۡضُ وَ مَنۡ فِیۡہِنَّ ؕ بَلۡ اَتَیۡنٰہُمۡ بِذِکۡرِہِمۡ فَہُمۡ عَنۡ ذِکۡرِہِمۡ مُّعۡرِضُوۡنَ ﴿۷۱﴾

**آیت: ۶۸** ﴿اَفَلَمۡ یَدَّبَّرُوا الۡقَوۡلَ اَمۡ جَآءَہُمۡ مَّا لَمۡ یَاۡتِ اٰبَآءَہُمُ الۡاَوَّلِیۡنَ ﴿۶۸﴾﴾

’’تو کیا ان لوگوں نے اس کلام پر غور نہیں کیا؟ یا ان کے پاس کوئی ایسی چیز آ گئی ہے جو ان کے اگلے آباء واجداد کے پاس نہیں آئی تھی؟‘‘

تو کیا وحی کا نازل ہونا اور رسولؑ کا منجانب اللہ مبعوث ہونا انہیں اس لیے عجیب لگ رہا ہے کہ ان کے باپ دادا یعنی بنو اسماعیلؑ پر اس سے پہلے کوئی کتاب نازل نہیں ہوئی تھی اور نہ ہی ان کی طرف اس سے پہلے کوئی نبیؐ آیا تھا؟

**آیت: ۶۹** ﴿اَمۡ لَمۡ یَعۡرِفُوۡا رَسُوۡلَہُمۡ فَہُمۡ لَہٗ مُنۡکِرُوۡنَ ﴿۶۹﴾﴾ ’’کیا انہوں نے اپنے رسولؑ کو پہچانا نہیں‘ تو اس لیے وہ اسؑ سے مغایرت محسوس کرتے ہیں!‘‘

**آیت: ۷۰** ﴿اَمۡ یَقُوۡلُوۡنَ بِہٖ جِنَّۃٌ ؕ﴾ ’’یا وہ کہتے ہیں کہ ان پر کچھ جنون کا اثر ہے!‘‘

کیا وہ سمجھتے ہیں کہ آپؐ پر آسیب کا اثر ہے یا آپؐ کو جنون ہو گیا ہے۔

﴿بَلۡ جَآءَہُمۡ بِالۡحَقِّ وَ اَکۡثَرُہُمۡ لِلۡحَقِّ کٰرِہُوۡنَ ﴿۷۰﴾﴾ ’’بلکہ وہ تو ان کے پاس حق لے کر آئے ہیں‘ لیکن ان کی اکثریت حق کو ناپسند کرنے والی ہے۔‘‘

**آیت: ۷۱** ﴿وَ لَوِ اتَّبَعَ الۡحَقُّ اَہۡوَآءَہُمۡ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَ الۡاَرۡضُ وَ مَنۡ فِیۡہِنَّ ؕ﴾

’’اور اگر حق ان کی خواہشات کی پیروی کرتا تو آسمان وزمین اور جو کوئی ان کے اندر ہیں سب بگڑ جاتے۔‘‘

اگر حق کہیں ان کی خواہشات کے پیچھے چلتا تو زمین وآسمان اور ان کی ساری آبادی کا نظام درہم برہم ہو جاتا۔ حق ان لوگوں کی خواہشات کے مطابق نہیں ڈھل سکتا‘ بلکہ انہیں خود کو حق کے مطابق ڈھالنا ہو گا اور اس کی پیروی کرنا ہو گی۔

﴿بَلۡ اَتَیۡنٰہُمۡ بِذِکۡرِہِمۡ فَہُمۡ عَنۡ ذِکۡرِہِمۡ مُّعۡرِضُوۡنَ ﴿۷۱﴾﴾ ’’بلکہ ہم تو ان کے پاس ان کی نصیحت لائے ہیں تو وہ اپنی ہی نصیحت سے اعراض کر رہے ہیں۔‘‘

## فرمانِ نبویؐ

### فرشتوں کی سخی کے لیے دعا اور بخیل کے لیے بددعا

عَنۡ اَبِیۡ ھُرَیۡرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ: ((مَا مِنۡ یَوۡمٍ یُصۡبِحُ الۡعِبَادُ فِیۡہِ اِلَّا مَلَکَانِ یَنۡزِلَانِ فَیَقُوۡلُ اَحَدُھُمَا: اَللّٰھُمَّ اَعۡطِ مُنۡفِقًا خَلَفًا وَ یَقُوۡلُ الۡاٰخَرُ: اَللّٰھُمَّ اَعۡطِ مُمۡسِکًا تَلَفًا)) (متفق علیہ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ’’ہر دن جس میں بندے صبح کرتے ہیں دو فرشتے اُترتے ہیں‘ ان میں سے ایک کہتا ہے: اے اللہ! خرچ کرنے والوں کو اچھا بدلہ عطا فرما‘ اور دوسرا کہتا ہے: اے اللہ! بخیل کو تباہ کرنے والا مال عطا کر۔‘‘

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# اسرائیل کی نہیں صرف اللہ کی حاکمیت اعلیٰ

گزشتہ تقریباً دو صدیوں سے امت مسلمہ پر کئی ایسے دن وارد ہوئے جنہیں تاریخ میں سیاہ دن لکھا جائے گا۔ اُن میں اِس سال کا 13 اگست بھی شامل ہو گیا ہے جب مسلم دنیا کے تیسرے ملک متحدہ عرب امارات نے اُمت مسلمہ کے سینے پر اسرائیل جیسے ناسور کا ناپاک وجود تسلیم کر لیا ہے۔ اس سے قبل 1979ء میں مصر کے صدر انور السادات نے کیمپ ڈیوڈ معاہدہ کے تحت اسرائیل کو تسلیم کیا تھا۔ جس کے بعد 1994ء میں اردن نے بھی ایسے ہی ایک معاہدے کے تحت اسرائیل کو تسلیم کر لیا تھا۔ متحدہ عرب امارات اور اسرائیل کے درمیان اس معاہدے کا اعلان امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے معاہدے سے چند روز قبل کیا تھا۔ معاہدے کے فوراً بعد اسرائیلی انٹیلی جنس کے سربراہ یوسی کوہن وہ پہلے اسرائیلی عہدیدار ہیں جنہوں نے ابوظہبی کا دورہ کیا ہے۔ اسرائیلی انٹیلی جنس کے سربراہ کا کہنا ہے کہ متحدہ عرب امارات کے بعد بحرین اور عمان اسرائیل کے ساتھ تعلقات باضابطہ بنانے والے اگلے دو ممالک ہو سکتے ہیں۔ بحرین اور عمان نے امریکی سرپرستی میں کیے جانے والے اسرائیل، امارات معاہدے کا خیر مقدم بھی کیا ہے اور اگلے سال کے دوران افریقہ کے ممالک کے ساتھ بھی امن معاہدہ ہو گا۔ ان افریقی ممالک میں سرِفہرست سوڈان ہے۔ عرب ممالک کا یہ رویہ یقیناً پوری اُمت مسلمہ کے لیے انتہائی مایوسی اور اذیت کا باعث بنا ہے۔ فلسطین نے اس معاہدے کو غداری قرار دیتے ہوئے اس کی مذمت کی ہے۔ اسی طرح دیگر کئی اسلامی ممالک اور خصوصاً عالم اسلام کے دینی طبقات نے انتہائی تشویش کا اظہار کیا ہے۔ دنیا میں کئی جماعتوں اور تنظیموں کی طرف سے مظاہرے بھی ہو رہے ہیں۔ حقیقت میں یہ صرف فلسطینیوں سے غداری نہیں ہے بلکہ یہ امتِ مسلمہ سے غداری ہے، صلاح الدین ایوبی سے غداری ہے، حضرت خالدؓ بن ولید، ابوعبیدہؓ بن جراح اور حضرت عمرؓ سے غداری ہے اور سب سے بڑھ کر اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے غداری ہے۔ اِس لیے کہ اللہ رب العزت نے اپنی آخری کتاب قرآنِ پاک میں یہودیوں کے بڑے بڑے جرائم کی طویل فہرست جاری کی ہے اور اُن پر فردِ جرم عائد کر کے اُنھیں مجرم اور مغضوب قوم قرار دیا ہے۔

علاوہ ازیں رسول اللہ ﷺ نے اپنے فرامین میں مسلمانوں کو واضح طور پر یہود کی دوستی سے منع فرمایا۔ حقیقت یہ ہے کہ اُس وقت کا آغاز ہوا چاہتا ہے جب حضور ﷺ کی پیشین گوئی کے مطابق عربوں کو تباہ و برباد ہونا ہے۔ آپ ﷺ نے ویل اللعرب کے الفاظ استعمال کر کے عربوں کا مستقبل بیان فرما دیا تھا۔ فرد ہو یا قوم جب اُن پر اپنے ہی کرتوتوں کے باعث ایسا وقت آتا ہے تو عقل پر پردہ پڑ جاتا ہے۔ عرب حکمران اپنے ذاتی اقتدار کے تحفظ اور عیش و عشرت جاری رکھنے کے لیے یہ گھناؤنا کردار ادا کر رہے ہیں۔ ان کے اذہان وقلوب سے اللہ اور اس کے فرمودات، دین و ایمان، آخرت کی فکر، امت مسلمہ کے مفادات سب کچھ محو ہو چکا ہے وہ سمجھتے ہیں کہ امریکہ کی چاکری کرنے اور اسرائیل

ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت
تا خلافت کی بنا دُنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر
تنظیم اسلامی کا ترجمان، نظامِ خلافت کا نقیب
بانی: اقتدار احمد مرحوم
5 تا 11 محرم الحرام 1442ھ — جلد 29
25 تا 31 اگست 2020ء — شمارہ 27
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور
مرکزی دفتر تنظیم اسلامی
''دارالاسلام'' ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 79-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور۔ 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org
قیمت فی شمارہ 15 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک ...... 600 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا ............ (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org
''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

سے پیار ومحبت کی پینگیں بڑھانے سے ان کا اقتدار بچ جائے گا۔ اے کاش! وہ تاریخ سے سبق سیکھتے۔ کیا وہ اسرائیل کی پارلیمنٹ پر کندہ یہ الفاظ پڑھ نہیں سکتے ''تیری سرحدیں نیل کے ساحل سے فرات تک'' کیا عربوں کو سمجھ نہیں آتی کہ جب اسرائیل اپنے اِس ایجنڈے کی تکمیل کے لیے آگے بڑھے گا تو اُن کے اقتدار کا بچ جانا ممکن ہوگا؟ درحقیقت اسرائیل کی پالیسی یہ ہے کہ جو میٹھے سے مر رہے ہیں اُنھیں زہر کیوں دوں۔ یہی وجہ ہے کہ حالیہ امارات اسرائیل معاہدہ کے بعد اسرائیلی وزیر اعظم کے آفس سے جاری ہونے والے ایک بیان میں کہا گیا ہے کہ نیتن یاہو نے اپنی کابینہ کے اراکین کو بتایا ہے کہ مجھے توقع ہے کہ مزید مما لک ہمیں امن کی خواہش کے تحت جوائن کریں گے۔ (اسرائیلی وزیر اعظم نیتن یاہو گزشتہ دو برسوں کے دوران عمان اور سوڈان کے رہنماؤں سے ملاقاتیں کر چکے ہیں۔ اس میں اسرائیلی وزیر اعظم کا اکتوبر 2018 میں عمان کا دورہ بھی شامل ہے۔) حالیہ معاہدہ کے اغراض و مقاصد بھی بالکل واضح ہیں۔ معاہدہ کے بعد اسرائیل انٹیلی جنس (موساد) کے سربراہ یوسی کوہن نے متحدہ عرب امارات کے قومی سلامتی کے مشیر شیخ طحنون بن زید النہیان سے ملاقات کی۔ اماراتی سرکاری میڈیا ڈبلیو اے ایم کے مطابق بات چیت کا موضوع سکیورٹی تعاون تھا۔ اب یہ کس قسم کا تعاون ہوگا؟ اور کس کے خلاف ہوگا؟ اس کا جواب بھی اماراتی اور اسرائیلی سکیورٹی تعاون سے بالکل عیاں ہو رہا ہے۔ غزہ پر اسرائیل مسلسل شیلنگ کر رہا ہے اور عربوں نے آنکھیں بند کی ہوئی ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ عرب مما لک کے اسرائیل سے امن معاہدے سے امتِ مسلمہ میں تقسیم در تقسیم کا عمل شروع ہو جائے گا۔ پہلے ایران سعودی عرب تنازعہ سے مذہبی بنیادوں پر تقسیم نظر آتی تھی اب ترکی، پاکستان اور ملائیشیا وغیرہ کی مخالفت کی وجہ سے عرب اور عجم کی تقسیم بھی واضح طور پر دکھائی دے رہی ہے۔ امارات نے اپنے شہریوں اور پورے سکیورٹی نظام کو اسرائیلی انٹیلی جنس، سائبر و بائیوٹیکنالوجی نظام کے کنٹرول میں دے دیا ہے۔ یہود جب چاہیں گے عرب اسپرنگ کو ابھار کر ان حکمرانوں کے تختے الٹ دیں گے۔ ظاہر ہے کہ اگر کسی عرب ملک کے عوام اپنے حکمرانوں کی اس پسپائی پر میدان میں نکلتے ہیں اور سڑکوں پر احتجاج کرتے ہیں تو پہلے اِن کٹھ پتلی حکمرانوں کے ذریعے عوام پر گولیاں چلائی جائیں گی۔ اُن پر ظلم وستم ہوگا۔ پھر ان ہی حکمرانوں کی نااہلی کا بہانہ کر کے براہِ راست کارروائی کی جائے گی۔

انہوں نے اپنی پارلیمنٹ کی پیشانی پر یہ جو لکھوایا ہوا ہے: ''تیری سرحدیں نیل کے ساحل سے لے کر فرات تک'' تو اس کی زد میں مصر بھی آتا ہے، شام بھی آتا ہے، اردن بھی آتا ہے، لبنان، بھی آتا ہے، یہاں تک کہ ترکی کے ایک حصے اور حجاز مقدس میں مدینہ منورہ تک پر ان کا دعویٰ ہے۔ لہٰذا اسرائیل کو تسلیم کر لینے کا مطلب گریٹر اسرائیل کے پورے ایجنڈے کو تسلیم کرنا ہے۔

کیمپ ڈیوڈ سے لے کر ڈیل آف دی سنچری پلان تک جتنے بھی معاہدے ہوئے ہیں ان کے ذریعے صرف اسرائیل کے عزائم اور مفادات کو تحفظ دیا گیا۔ ہر ایک معاہدے کے بعد اسرائیل مضبوط ہوا اور اس کے بعد نیا معاہدہ کر کے پہلے تمام معاہدوں کو پاؤں تلے روند دیا گیا۔ جیسا کہ ڈیل آف دی سنچری پلان سے بھی ظاہر ہے کہ اس کے بعد پہلے تمام معاہدے کالعدم ہو جائیں گے۔ لہٰذا اگر عرب حکمران سمجھتے ہیں کہ وہ اسرائیل سے معاہدے کر کے اُس کو اِن گھناؤنے عزائم سے باز رکھ لیں گے تو یہ ان کی بھول اور گمراہی ہے۔ حل اس کا وہی آب نشاط انگیز ہے ساقی۔

حقیقت یہ ہے کہ جب تک خلافت کا ادارہ قائم رہا۔ اُس وقت تک اسرائیل کی بنیاد تک نہیں رکھی جا سکی۔ سلطان عبدالحمید دوئم سے صیہونی تنظیم نے اپنا یہ مطالبہ منوانے کے لیے ہر حربہ آزمایا کہ ہمیں فلسطین میں یہودیوں کو بسانے کی اجازت دی جائے لیکن برائے نام ہی سہی یہ خلافت مسلمانوں کے مفادات کا تحفظ کر رہی تھی۔ لہٰذا سلطان نے وہی کہا جو اُسے کہنا چاہیے تھا: ''میں مسلمانوں کی جان، مال، عزت اور حمیت کا محافظ ہوں۔ لہٰذا میں اپنے جسم کا کوئی ٹکڑا کاٹ کر دے سکتا ہوں لیکن اُمت کی امانت میں سے ایک انچ نہ دوں گا۔''

جہاں تک پاکستان کا تعلق ہے تو پاکستان دنیا کا واحد ملک ہے جو اسلام کی بنیاد پر قائم ہوا ہے۔ اس کے بعد قرار دادِ مقاصد کے ذریعے بھی یہ طے ہو چکا ہے کہ یہاں حاکمیت صرف اللہ کی ہوگی۔ ہمارے آئین کا بھی یہی تقاضا ہے کہ یہاں قرآن وسنت کے خلاف کوئی قانون کوئی پالیسی نہیں بنائی جائے گی۔ لہٰذا اگر پاکستان اسرائیل کو تسلیم کرتا ہے تو یہ گویا اپنی بنیادیں کھودنے کے مترادف ہو گا۔ یہ پاکستان کے آئین سے غداری ہوگی۔ یہ پاکستان کی اساس پر حملہ ہوگا، اس کے نظریات پر حملہ ہوگا اور شہداء کے خون سے غداری ہوگی۔ بانیان پاکستان سے بھی غداری ہوگی کیونکہ بانیان پاکستان کا موقف بھی اسرائیل کے بارے میں بالکل واضح تھا۔ جیسا کہ قائداعظم نے واضح فرمایا کہ اسرائیل مغرب کا ناجائز بچہ ہے۔ اسی طرح لیاقت علی خان نے ایک موقع پر یہودی کی پیشکش کے جواب میں کہا کہ "Gentlemen! our souls are not for sale" سب سے بڑھ کر یہ کہ اگر پاکستان اسرائیل کو تسلیم کرتا ہے تو یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے غداری ہوگی کیونکہ اللہ نے واضح کر دیا: ''تم لازماً پاؤ گے اہل ایمان کے حق میں شدید ترین دشمن یہود کو اور ان کو جو مشرک ہیں۔'' (المائدہ:82)

اسی طرح اللہ کے رسول ﷺ کے فرامین بھی ہمارے سامنے ہیں۔ لہٰذا ہمیں یہودیوں کی مخالفت صرف فلسطینیوں یا عربوں کی وجہ سے نہیں بلکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کی پیروی میں کرنی چاہیے۔ نظریۂ پاکستان اور بانیانِ پاکستان کے نظریات کی روشنی میں کرنی چاہیے۔ ہمیں اسرائیل کی نہیں اللہ کی حاکمیت اعلیٰ کو قائم کرنا ہے۔

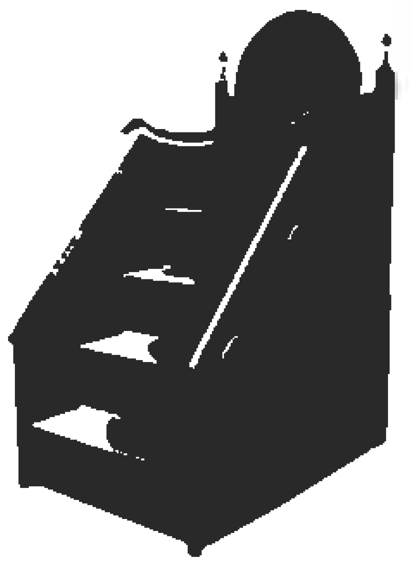

# 14 اگست: اصل پیغام کیا ہے؟

## (قرآن وحدیث کی روشنی میں)

**مسجد جامع القرآن قرآن اکیڈمی، کراچی میں امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ کے 14 اگست 2020ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص**

مرتب: ابوابراہیم

خطبۂ مسنونہ اور تلاوت آیات کے بعد!

آج 14 اگست 2020ء ہے اور اسی کی مناسبت سے کچھ باتوں کی یاددہانی کرنا اس وقت مقصود ہے۔ آج عام تعطیل بھی ہوا کرتی ہے۔ رات کو میں نے اور آپ نے کراچی میں چھوٹے چھوٹے بموں کے دھماکے بھی سنے ہیں۔ فائرنگ کی آواز بھی سنی ہے۔ اس کے علاوہ ہلہ گلہ، ناچ گانے وغیرہ سب کچھ کراچی میں ہوا ہے۔ یہ سب کچھ آپ نے بھی محسوس کیا اور دیکھا ہوگا۔ ابھی جب میں آرہا تھا تو راستے میں جگہ جگہ یادگاریں بنائی گئی ہیں جہاں سیلفیز اور ویڈیوز کا اہتمام کیا جا رہا ہے۔ ظاہر ہے شام اور رات کو یہ معاملات اور بڑھ جائیں گے۔ یہ منظرنامہ ہمیں پورے ملک میں اس وقت دکھائی دے رہا ہے جبکہ حقیقت میں اس وقت ہمیں اس احساس زیاں کو بیدار کرنے، سوچنے اور غوروفکر کرنے کی ضرورت ہے کہ یہ ملک ہم نے کس مقصد کے لیے حاصل کیا تھا اور آج ہم کہاں پہنچ گئے ہیں؟

آج اس ملک کو قائم ہوئے 73 برس بیت چکے ہیں اور اس ملک کا لبرل طبقہ جو مغرب کا پروردہ ہے، وہ آج بھی اس قوم کو اس مخمصے میں مبتلا کرنا چاہتا ہے کہ یہ ملک تو اسلام کے نام پر بنا ہی نہیں، نہ کوئی اسلام کا مسئلہ تھا، یہاں تو سیکولرازم کا نظام آنا چاہیے۔ یعنی 73 برسوں کے بعد بھی منزل کا میسر آجانا تو دور کی بات ہے، ہم اس منزل کے تعین کے بارے مخمصے کا شکار ہیں۔ حالانکہ یہ حقیقت ہے اور اس میں قطعاً دو رائے نہیں ہیں کہ تحریک پاکستان کے وقت ایک طرف انگریز جابر حاکم تھا جس کی غلامی سے نجات کا معاملہ تھا جبکہ دوسری طرف ظالم اور متعصب ہندو کی اکثریت کا خوف بھی ہمیں لاحق تھا کہ اگر انگریز یہاں سے چلا بھی جائے تو اکثریتی اور غاصب ہندو ہمیں نہیں چھوڑے گا چنانچہ آزادی کی تحریک کا برپا ہونا لازم سی بات تھی۔ یہ طے شدہ اور تسلیم شدہ بات ہے کہ اس آزادی کی تحریک میں جوش اور ولولہ اس کلمہ کی بنیاد پر تھا کہ پاکستان کا مطلب کیا: لا الٰہ الا اللہ! پاکستان کے تمام لوگ بالخصوص کراچی کے رہنے والے مہاجر جانتے ہیں کہ اس ملک کو حاصل کرنے کا مقصد یہ تھا کہ ایک خطہ زمین میسر آجائے جہاں اللہ ورسول ﷺ کی کامل طور پر اطاعت ہو سکے اور ہم اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا عطا کردہ عادلانہ نظام قائم کر کے دنیا کے سامنے اسلام کی صحیح شکل پیش کرسکیں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس مقصد کے لیے لاکھوں کی تعداد میں جانیں قربان ہوئیں اور بہت بڑی اکثریت نے ہندوستان سے پاکستان کی طرف ہجرت کی ہے۔ یعنی وہ یاد تازہ ہوئی جب اللہ کے پیارے نبی ﷺ اور آپ ﷺ کے پیارے صحابہ ؓ نے مکہ مکرمہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی تھی۔ وہ ہجرت بھی کلمۃ اللہ کی خاطر تھی اور تقسیم ہند کے وقت مسلمانوں کی ہجرت بھی اسی بنیاد پر تھی۔ چنانچہ قیام پاکستان کے وقت ہجرت مدینہ کی یاد تازہ ہوئی۔

یہ طے شدہ بات ہے کہ ایک مختصر سیکولر و لبرل طبقہ کو چھوڑ کر اس ملک کی عظیم اکثریت آج بھی اس بات کو تسلیم کرتی ہے کہ یہ ملک ہم نے اسلام کے نام پر حاصل کیا تھا۔ یہ مختصر سیکولر و لبرل طبقہ قائداعظم کی 11 اگست 1947ء کی تقریر کا غلط حوالہ دے کر اور اس کی غلط تشریح کر کے دراصل یہ کہنا چاہتا ہے کہ پاکستان میں سیکولر نظام رائج ہونا چاہیے۔ حالانکہ حقیقت میں اس تقریر میں قائداعظم نے کچھ اقلیتوں کے بارے میں ذرا نرم سی بات کہی تھی۔ اگر غور کیا جائے تو اس تقریر سے پہلے اور بعد میں قائداعظم کے تقریباً سو سے زیادہ بیانات ایسے موجود ہیں جن کا واضح حاصل یہ ہے کہ یہ خطہ ہم نے اس لیے حاصل کیا کہ یہاں اسلام کا عادلانہ نظام لوگوں کے سامنے پیش کریں۔ قائداعظم نے 25 جنوری 1948ء کو کراچی بار ایسوسی ایشن سے خطاب کرتے ہوئے ایسے سیکولر لوگوں کو شرپسند عناصر قرار دیتے ہوئے کہا کہ مجھے سمجھ نہیں آتی کہ کچھ لوگ یہ انتشار کیوں پیدا کرنا چاہتے ہیں کہ اس ملک میں شریعت محمدی ﷺ کا نفاذ نہیں ہونا چاہیے۔ لہٰذا یہ بات بھی طے شدہ ہے کہ قائداعظم کا موقف بھی اس حوالے سے بالکل واضح تھا کہ یہ ملک کیوں حاصل کیا گیا؟

قائداعظم کے ظاہری حلیے کے اعتبار سے کلام کیا جا سکتا ہے لیکن ان کے بعض معمولات جو ریکارڈ کا حصہ ہیں، وہ واقعتاً ایک مومن کی شان کی دلالت کرتے ہیں۔ پھر ان کے سو سے زائد بیانات ہیں جن میں اسلام کے عادلانہ نظام کے نفاذ کی بات موجود ہے۔ ہمارے طلبہ جب مطالعہ پاکستان کے پیپر کی تیاری کر رہے ہوں گے تو ان کو قائداعظم کی کوٹیشنز یاد ہوں گی۔ ان کا بہت مشہور جملہ ہے کہ جب ان سے پوچھا گیا کہ آپ پاکستان بنا چکے، اب اس کا آئین کیا ہوگا؟ آپ نے فرمایا: 13 سو برس پہلے قرآن کی صورت میں ہمارا آئین ہمیں عطا کر دیا گیا۔ پھر جب قائداعظم زندگی کے آخری ایام میں زیر علاج تھے اس وقت ڈاکٹر ریاض علی شاہ ان کے ذاتی معالج تھے، ان کے یہ الفاظ ستمبر 1988ء کے جنگ اخبار میں بھی شائع شدہ ریکارڈ کا حصہ ہیں۔ قائداعظم نے فرمایا تھا: ’’تم جانتے ہو، جب مجھے یہ احساس ہوتا ہے کہ پاکستان بن چکا ہے تو میری روح کو کس قدر اطمینان ہوتا ہے! یہ مشکل کام تھا اور میں اکیلا اسے کبھی نہیں کر سکتا تھا۔ میرا

ایمان ہے کہ یہ رسول خدا ﷺ کا روحانی فیض ہے کہ پاکستان وجود میں آیا۔ اب یہ پاکستانیوں کا فرض ہے کہ وہ اسے خلافت راشدہ کا نمونہ بنائیں، تاکہ خدا اپنا وعدہ پورا کرے اور مسلمانوں کو زمین کی بادشاہت دے۔''

بہر حال پاکستان کو بنانے والے یا اس تحریک کی قیادت کرنے والے قائداعظم ہوں یا پاکستان کا خواب دیکھنے والے علامہ اقبال ہوں، ان حضرات کے سامنے یہ بات بالکل واضح تھی کہ یہ خطہ فقط زمین کے ٹکڑے کے طور پر مطلوب نہیں تھا، بلکہ قائداعظم تو مسلم لیگ کے افراد سے مایوس ہو کر برطانیہ چلے گئے تھے۔ علامہ اقبال نے ان کو خطوط لکھ لکھ واپس بلایا اور ان میں سے ایک خط میں علامہ اقبال نے کہا: ''جہاں تک میں نے غور وفکر کیا ہے انسانیت کے مسائل کا واحد حل اسلامی شریعت میں ہے لیکن ہم کیسے اسلامی شریعت قائم کرسکیں گے جب تک ہمارے پاس ایک علیحدہ خطۂ زمین موجود نہ ہو۔'' یعنی یہ لازمی ہے کہ ایک علیحدہ خطۂ زمین ہمارے پاس ہو تاکہ ہم دنیا کے سامنے اسلام کی صحیح تصویر پیش کرسکیں۔ یہ تو پاکستان کے قیام سے پہلے کی بات تھی۔

کچھ عرصہ پہلے ایک اچھا میسج آیا کہ آج سے 73 برس پہلے ہم ایک مسلمان قوم تھے۔ یقیناً اس وقت بھی ہم سندھی، پنجابی، بلوچی، پٹھان، مہاجر، اہلحدیث، دیوبندی، بریلوی بھی تھے لیکن اس سے زیادہ ہم ایک مسلمان قوم تھے۔ اس مسلمان قوم کو ایک ملک کی تلاش تھی۔ اللہ نے وہ ملک چھپر پھاڑ کر ہمیں دے دیا۔ یعنی انگریز اور ہندو اکثریت کی تمام تر مخالفت کے باوجود اللہ نے یہ ملک ہمیں عطا کیا۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ! آج ایک ملک تو ہے لیکن اسے ایک قوم کی تلاش ہے جو زبان، تعصب، خطے اور مسلک سے آگے بڑھ کر اللہ کے دین کے قیام کے بارے میں سوچے جس کے لیے یہ ملک حاصل کیا گیا تھا۔ بحیثیت پاکستانی قوم ہمارا آغاز تو اسی بنیاد پر تھا۔ اس کے بعد ہم نے کچھ اچھے کام بھی کیے۔ 1949ء میں قرارداد مقاصد اسمبلی سے منظور ہوئی جسے آج بھی ہمارے بچے امتحان کی تیاری کے لیے یاد کرتے ہیں۔ جب ساری دنیا میں سیکولرازم کا ڈنکا بج رہا تھا، خدا کی خدائی کو عبادت گاہوں کے اندر تک محدود کرنے کی بات کی جارہی تھی اور مذہب کو ذاتی معاملہ متصور کیا جارہا تھا کہ اس کا اجتماعی معاملات سے کوئی تعلق نہیں ہے' اس وقت اس قوم نے قرارداد مقاصد پاس کر کے یہ طے کیا کہ پاکستان میں حاکمیت اللہ کی ہوگی۔ یہ قرارداد کسی مدرسے یا علماء کے اجتماع میں طے نہیں ہوئی تھی بلکہ ملک کی دستور ساز اسمبلی میں بیٹھ کر منتخب افراد نے اس قرارداد کو پاس کیا تھا۔ یہ قرآن کی تعبیر ہے۔ قرآن تین مرتبہ فرماتا ہے:

﴿اِنِ الۡحُکۡمُ اِلَّا لِلّٰہِ ؕ﴾ ''فیصلے کا اختیار کسی کو نہیں سوائے اللہ کے۔'' (الانعام:57)

﴿اِنِ الۡحُکۡمُ اِلَّا لِلّٰہِ ؕ﴾ ''اختیارِ مطلق تو صرف اللہ ہی کا ہے۔'' (یوسف:40)

﴿اِنِ الۡحُکۡمُ اِلَّا لِلّٰہِ ؕ﴾ ''اختیارِ مطلق تو صرف اللہ ہی کا ہے۔'' (یوسف:67)

اقبال نے کہا کہ ؎

سروری زیبا فقط اس ذات بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی باقی بتانِ آزری

قراردادِ مقاصد کے تحت ہم نے طے کیا کہ حاکمیت ہماری نہیں بلکہ اللہ کی ہے جبکہ عوام کی حکمرانی جیسے نعرے تو کفریہ ہیں جن کی ترجمانی ہماری سیاسی جماعتیں بھی کرتی ہیں۔ حالانکہ ہم حاکم نہیں ہیں بلکہ اللہ نے خلافت کی ذمہ داری دے کر ہمیں زمین پر بھیجا ہے، حاکم صرف اللہ ہے۔ یہی چیز ہم نے قرارداد مقاصد کے ذریعے اپنے دستور میں بھی طے کی۔ پھر ہمارے دستور میں یہ بھی طے کیا گیا کہ: "No legislation will be done repugnant to the Quran and Sunnah"۔ اس ملک میں کوئی قانون سازی قرآن وسنت کے منافی نہیں ہوگی اور یہ بات بھی قرآن کی رو سے طے شدہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تُقَدِّمُوۡا بَیۡنَ یَدَیِ اللّٰہِ وَ رَسُوۡلِہٖ وَ اتَّقُوا اللّٰہَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ سَمِیۡعٌ عَلِیۡمٌ ①﴾ (الحجرات) ''اے اہل ایمان مت آگے بڑھو اللہ اور اُس کے رسول سے اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ یقیناً اللہ سب

پریس ریلیز 21 اگست 2020ء

## عربوں کے اسرائیل کو تسلیم کرنے سے امتِ مسلمہ مزید تقسیم ہوجائے گی

### شجاع الدین شیخ

عربوں کے اسرائیل کو تسلیم کرنے سے امتِ مسلمہ مزید تقسیم ہوجائے گی۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر شجاع الدین شیخ نے ایک بیان میں کہی۔ اُنھوں نے کہا کہ پہلے سعودی عرب ایران تنازعہ کی وجہ سے امتِ مسلمہ مذہبی بنیاد پر کسی قدر تقسیم تھی لیکن عربوں کے اسرائیل کو تسلیم کرنے سے امتِ مسلمہ میں تقسیم در تقسیم کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہوجائے گا اور اب یہ تقسیم عربی اور عجمی کی بنیاد پر بھی ہوگی اور امتِ مسلمہ کے اتحاد و اتفاق کا خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہوسکے گا۔ اُنھوں نے کہا کہ قرآن پاک مسلمانوں کو اللہ کی رسی مضبوطی سے تھامنے اور تفرقے میں نہ پڑنے کا واضح حکم دیتا ہے۔ اور اللہ کے رسول ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر مسلمانوں کو دوسری بہت سی نصیحتیں کرنے کے ساتھ ساتھ عربی اور عجمی کی تفریق ختم کرنے کا خاص طور پر حکم دیا تھا۔ اُنھوں نے کہا کہ حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں کے انفرادی اور اجتماعی مسائل اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی طرف رجوع کرنے سے ہی ختم ہوسکتے ہیں۔ اُنھوں نے اِس بات پر حیرت اور دُکھ کا اظہار کیا کہ عرب اُس اسرائیل سے امن معاہدے کررہے ہیں جو مسلسل کئی روز سے غزہ پر شیلنگ کر کے فلسطینی مسلمانوں کا خون بہا رہا ہے۔ اُنھوں نے کہا کہ مسلمانوں کا باہمی انتشار و افتراق دشمنانِ اسلام کو مسلمانوں کا خون بہانے کا موقع فراہم کررہا ہے۔

اُنھوں نے ماہِ محرم الحرام کے آغاز پر اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ 1442ھ کا سال مسلمانوں کے اتفاق و اتحاد کا پیش خیمہ ثابت ہو۔ اُنھوں نے یاد دلایا کہ یکم محرم الحرام کو مسلمانوں کے عظیم رہنما امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عظمت اور اہلیت کا اعتراف کرتے ہوئے مغرب بھی یہ کہنے پر مجبور ہوا کہ اگر ایک عمرؓ اور ہوتا تو دنیا میں اسلام کے سوا کوئی دوسرا مذہب نہ ہوتا۔ آخر میں اُنھوں نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ امتِ مسلمہ کے موجودہ حکمرانوں کو توفیق دے کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر اور عظیم صفات کے حامل خلیفہ کی پیروی کریں تاکہ آج کے مسلمان کی بھی دنیا اور آخرت سنور سکے۔ آمین! (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی)

کچھ سننے والا‘ سب کچھ جاننے والا ہے۔‘‘

جیسے ایک بندہ مومن اپنے انفرادی معاملات میں پابند ہے کہ میری مرضی نہیں بلکہ رب کی مرضی چلے گی اسی طرح اجتماعی سطح پر بھی مسلمان پابند ہیں کہ ریاستی اور حکومتی سطح پر بھی اپنی مرضی نہیں بلکہ اللہ کی مرضی چلے گی۔ آج جو نعرے لگتے ہیں کہ میرا جسم میری مرضی‘ یہ غیر اسلامی نعرے ہیں۔ جسم میرا نہیں رب کا ہے۔ مرضی میری نہیں رب کی چلے گی۔ جیسے ایک مومن کے لیے انفرادی سطح پر اپنے آپ کو رب کی رضا کے تابع کرنا لازم ہے۔ اسی طرح ایمان والوں سے اجتماعی سطح پر بھی تقاضا ہے کہ تمہاری نہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مرضی چلے گی۔ یعنی قرآن وسنت کی رو سے بھی اور ہمارے دستور کی رو سے بھی یہ طے ہوگیا کہ ہمارا نظام اسلامی ہوگا۔ اس کے بعد ایک بہت بڑا سوال جو آج بھی کبھی پیدا ہوتا ہے اور ہوسکتا ہے کہ یہاں کس کا اسلام آئے گا؟ دیوبندیوں کا آئے گا، بریلویوں کا آئے گا، اہل حدیث کا آئے گا یا شیعہ کا؟ اس سوال کا جواب بھی قوم کو دے دیا گیا۔ 1951ء میں ہی تمام مکاتب فکر کے علماء نے جمع ہو کر 22 نکات پر مشتمل ایک متفقہ لائحہ عمل دے دیا کہ وفاق کی سطح پر، صوبوں کی سطح پر، ضلعوں کی سطح پر، نظریہ کی سطح پر، تعلیم کی سطح پر اور تمام اجتماعی گوشوں میں اسلام کو کس طرح نافذ کرنا ہے۔ اس پر تمام مکاتب فکر کے چوٹی کے علماء کا اتفاق ہوا۔ لیکن بدقسمتی سے ہمارے ملک کے 90 فیصد لوگوں کو معلوم ہی نہیں کہ ایسا کچھ ہوا تھا۔

میں نے تعلیمی اداروں، فورسز کے اداروں، اور دوسرے سرکاری اداروں میں لوگوں سے معلوم کرنے کی کوشش کی کہ اس ملک میں اسلام کے لیے کیا کیا پیش رفت ہوئی تو معاف کیجیے اکثر لوگوں کو اس کا علم ہی نہیں ہے۔ ہم نے تنظیم اسلامی کے پلیٹ فورم سے 22 نکات والا مسودہ چھاپا ہے۔ الحمدللہ۔ تمام مکاتب فکر کے 31 علماء نے 22 نکات متفق علیہ تیار کر کے دیے کہ ان نکات اور اصولوں کے مطابق یہاں اسلام نافذ ہوسکتا ہے۔ باقی انفرادی معاملات کے لیے عوام کو کھلی چھوٹ دی جائے کہ جو جس فقہ کے مطابق عمل کرنا چاہے کرسکتا ہے۔ لیکن لاء آف دی لینڈ بنانا پڑے گا۔ ملکی سطح پر کچھ قوانین بنانے پڑیں گے۔ یہ معاملہ قیام پاکستان کے بعد بالکل شروع کے سالوں میں طے ہوگیا تھا۔ لیکن اس کے بعد انحراف کی ایک طویل داستان ہے۔ بالخصوص لیاقت علی خان کی شہادت کے بعد تو لگتا ہے کہ ہماری گاڑی ریورس گیئر میں چلی گئی اور ماضی قریب کے حکمرانوں کے رویوں کو آپ دیکھ لیجیے کس کس طرح غیروں کے سامنے بچھتے چلے گئے۔ دینی شعائر کے حوالے سے، دینی احکام کے حوالے سے، دینی تعلیم کے حوالے سے غیروں کے ساتھ کس طرح انہوں نے کمپرومائز کیا۔ کبھی نصاب تعلیم سے اسلامی تعلیمات کو کم کرنے کی باتیں ہوتی رہیں اور کبھی قادیانیوں کے حوالے سے اور کبھی اقلیتوں کے حقوق کے نام پر اسلام کی دھجیاں اڑائی گئیں۔ گویا لیاقت علی خان کی شہادت کے بعد جو ریورس گیئر لگا تھا وہ ہماری قوم کو مسلسل اپنی منزل مقصود سے دور کرتا چلا گیا۔

آج حالت یہ ہے کہ نصاب تعلیم میں اسلام کی تعلیم نہ ہونے کے برابر ہے۔ شریعت کے احکامات کا نفاذ تو دور کی بات ہے‘ اس کو طوالت دینے کا معاملہ ہے۔ 1973ء کے آئین میں لکھا ہوا ہے کہ حکومت چھ ماہ میں سود کو ختم کرے، علماء، اہل علم اور دین کا درد رکھنے والوں نے سود کے خاتمے کے لیے طویل جدوجہد اور کوشش بھی کی۔ لیکن من پسند ججز کو بٹھا کر شریعت کے خلاف فیصلے ہوتے رہے اور آج 2020ء میں بھی سود کا معاملہ عدالتی سطح پر التوا کا شکار ہے۔ سارے دلائل اور براہین کے ساتھ بات واضح ہوچکی ہے کہ یہ بینکنگ انٹرسٹ ربا ہے جو دین اسلام میں حرام مطلق ہے اور ملک میں بھی طے ہوا کہ اس کا خاتمہ ہونا چاہیے لیکن بات بنتی نظر نہیں آرہی۔ قیامِ پاکستان کے مقصد کا تقاضا تھا کہ اسلامی سزاؤں کا نفاذ ہو، عام آدمی کی کفالت کا تصور ہو، بیت المال کا تصور ہو، معیشت کے اعتبار سے حرام کا خاتمہ ہو اور معاشرت کے اعتبار سے بے حیائی کا خاتمہ ہو۔ لیکن آج 73 سال بعد بھی ہم سب معاملات اس کے برعکس دیکھ رہے ہیں۔ کس قسم کے ڈرامے ٹی وی پر دکھائے جاتے ہیں‘ باقاعدہ حکومتی سطح پر اس کی اجازت دی جاتی ہے۔ ایسے ڈراموں میں اسلامی اقدار کا ستیاناس ہو رہا ہوتا ہے، محرم رشتوں کا تقدس پامال ہو رہا ہے اس کے باوجود کہ ملک کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان ہے۔ آئین میں لکھا ہوا ہے کہ اس ملک میں نظریہ پاکستان اور اسلامی اقدار کے خلاف کچھ دکھایا نہیں جائے گا۔ لیکن آج جو پوری قوم کو دکھایا جا رہا ہے کیا یہ اسلام ہے؟

یہ اشارے میں نے اس وجہ سے دیے کہ جس منزل کا تعین ہم نے اول روز سے کیا تھا کہ حاکمیت اللہ کی ہوگی، قانون سازی قرآن وسنت کے خلاف نہیں ہوگی اور اس کے لیے کتنی جانیں قربان کی گئیں لیکن ریورس گیئر لگتے لگتے آج ہم کہاں پہنچ گئے ہیں۔ یہ سارا مرثیہ میں نے آپ کے سامنے کہہ دیا لیکن میرا اور آپ کا فرض کیا بنتا ہے۔ بچپن میں ایک کتاب نظر سے گزری تھی جس میں لکھا تھا کہ: ’’یا تو آپ مسئلے کا حل ہیں یا مسئلے کی وجہ ہیں۔‘‘ مجھے اور آپ کو سوچنا ہے کہ ہم اس مسئلے کا حل ہیں یا اس کی وجہ ہیں۔ مجھے معاف کیجیے گا۔ ہمارے ہاں بجلی نہیں ملتی تو ہم سڑکوں پر آتے ہیں۔ اسی طرح دوسرے دنیوی معاملات میں ہماری حق تلفی ہوتی ہے تو احتجاج کے لیے ہڑتالیں کرتے ہیں۔ یعنی پانی، بجلی، گیس، ٹیکس وغیرہ یہ سارے ہمارے ایشوز ہیں لیکن یہ زمین، یہ ملک جو اللہ رب العالمین کے نام پر لیا گیا، اس کے رسول ﷺ کے نام پر لیا گیا کیا یہ آج گویا ہمارا ایشو نہیں ہے۔ مادی چیزیں میرے جسم کا مسئلہ ہیں لیکن اللہ کی شریعت کا معاملہ ہو تو یہ میری روح کے تقاضے بھی ہیں اور میری آخرت کا معاملہ بھی ہے۔ لیکن کیا اس حوالے سے ہم سنجیدہ بھی ہیں؟ ہمیں غور کرنا ہے کہ ہم مسئلہ کا حل ہیں یا ہم مسئلے کی وجہ بن رہے ہیں۔ آج کے دن کچھ دروں بینی تو کرلیں، کچھ احساسِ زیاں تو بیدار ہو کہ باپ دادا نے کیوں یہ خطہ حاصل کیا تھا، اس کے لیے لاکھوں جانیں کیوں قربان کی گئیں تھی؟ آج تجدید عہد تو کرلیں۔ اس وعدے کو تازہ تو کرلیں کہ ہاں ہم نے یہ خطہ اللہ سے اس کے دین کے نام پر مانگا تھا۔ قرآن میں اللہ فرماتا ہے:

’’اے اہلِ ایمان! اسلام میں داخل ہو جاؤ پورے کے پورے۔ اور شیطان کے نقشِ قدم کی پیروی نہ کرو۔ وہ تو یقیناً تمہارا بڑا کھلا دشمن ہے۔‘‘ (البقرۃ:208)

اللہ نے ہمیں پورا دین complete code of life کے طور پر دیا ہے۔ اللہ فرماتا ہے:

﴿اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ؕ﴾ (المائدہ:3)

’’آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو کامل کر دیا ہے‘ اور تم پر اِتمام فرما دیا ہے اپنی نعمت کا‘ اور تمہارے لیے میں نے پسند کرلیا ہے اسلام کو بحیثیت دین۔‘‘

اللہ نے دین مکمل فرما کر دیا اور پورے کے پورے دین پر عمل کا تقاضا ہے جس میں عبادات بھی شامل ہیں، جس میں رسومات (خوشی غمی کے مواقع) بھی شامل ہیں۔ جس میں آپ کی اور میرے گھر کی راہنمائی بھی شامل ہے۔ جس میں آپ کی اور میری معاشرت کی راہنمائی بھی موجود ہے۔ جس میں ریاست، عدالت، سیاست اور سارے اجتماعی معاملات کی راہنمائی بھی شامل ہے۔ یہ پورا پیکج

اللہ نے دیا ہے اور اس کے لیے اللہ تقاضا کرتا ہے کہ اس دین کو قائم کرنے کی جدوجہد کرو۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اَنۡ اَقِيۡمُوا الدِّيۡنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوۡا فِيۡهِ ؕ﴾ ''کہ قائم کرو دین کو، اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو''(الشوریٰ:13)

یہ ملک اسلام کے نام پر بنا، اس کی وجہ تخلیق، اس کی وجہ قیام اسلام ہے۔ اگر اس کو ہم نے مستحکم کرنا ہے اور محفوظ کرنا ہے تو اس کے لیے بنیادی شرط بھی اسلام کا نفاذ ہے۔ اسلام یہاں آئے گا تو یہ ملک مستحکم اور محفوظ ہوگا۔ اس کے علاوہ ہمارے ملک کے استحکام کا کوئی اور ذریعہ نہیں ہے۔ دنیا میں ہر ملک کے وجود کی کوئی نہ کوئی بنیاد ہے۔ جیسے فرانس فرنچ زبان بولنے والوں کا ملک ہے، جرمنی ایک نسل کے لوگوں کا وطن ہے۔ جبکہ ہمارے ہاں مختلف زبانیں بولنے والے لوگ موجود ہیں، مختلف نسلوں کے لوگ موجود ہیں، مختلف ثقافتیں ہیں، مختلف خطوں کے لوگ ہیں۔ ان سب کو جوڑا صرف دین اسلام نے ہے اور اسلام ہی ان کو جوڑ کر رکھ سکتا ہے۔ لہٰذا ہماری اوّلین ترجیح دین ہونا چاہیے۔ اس کے برعکس جب لسانیت کے تعصب نے جوش مارا تو 1971ء میں ملک کے دو حصے ہو گئے۔ علیحدہ ہونے والوں نے نام بھی لسانیت کی بنیاد پر رکھا: بنگلہ دیش۔ جبکہ 1947ء سے قبل تحریک پاکستان کے دوران ہم نے دین کو نمبر ون رکھا تھا تو پاکستان قائم ہوا تھا۔ وہ بنیاد اگر آج بھی مضبوط ہوگی تو ملک مستحکم ہوگا۔ جیسے ہم نماز میں دیکھتے ہیں۔

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز

رب کے حکم پر عمل کریں تو ہر زبان بولنے والا پہلی صف میں آ کے بیٹھ سکتا ہے، ساتھ کھڑا ہو سکتا ہے۔ یہی اسلام ہے۔ اب یہ اسلام اگر معاشرے میں بھی ہوگا تو ہمارے مابین تعصبات اور مسائل کھڑے نہیں ہوں گے۔ اگر ہو رہے ہیں تو اس کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ اسلام ہماری ترجیحات پر غالب نہیں ہے۔ ہم نے اسلام کو شاید نماز روزہ تک محدود کر دیا ہے۔ گویا دین کو ہم نے انفرادی زندگی تک محدود کر دیا ہے۔ حالانکہ قرآن کل نظام زندگی پر دین کے نفاذ کا تقاضا کر رہا ہے۔ اسی مقصد نے ہمیں پہلے بھی جوڑا تھا اور اب بھی اسی بنیاد پر ہم جڑ سکتے ہیں۔ چنانچہ اللہ کی شریعت کا نفاذ ہماری پہلی ترجیح ہونی چاہیے۔ اللہ کا قرآن بھی ہم سے یہی تقاضا کر رہا ہے:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنۡ تَنۡصُرُوا اللّٰهَ يَنۡصُرۡكُمۡ وَيُثَبِّتۡ اَقۡدَامَكُمۡ﴾ (محمد:7) ''اے اہلِ ایمان! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا اور وہ تمہارے قدموں کو جما دے گا۔''

اللہ کی مدد کرنے سے مراد یہاں اللہ کے دین کی مدد کرنا ہے، اس کی دعوت کا کام ہے، اس کے نفاذ کی جدوجہد کرنا ہے۔ اس صورت میں اللہ ہماری مدد کرے گا۔ اللہ کی مدد آئے گی تو سب مسائل حل ہوں گے۔ ورنہ ہم کبھی امریکہ کے اور کبھی کسی اور کے سامنے جھکے بھی تو آج تک کوئی مسئلہ حل نہیں ہوا۔ اب تو ہم سعودی عرب کے سامنے بھی ہاتھ پھیلائے ہوئے ہیں اور کبھی سمجھتے ہیں کہ چین ہمارے کام آئے گا۔ ہم کتنی ٹھوکریں کھائیں گے۔

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

ایک دفعہ تو اللہ کے سامنے جھک جاؤ، اور واقعتاً جھکنے والی بات میں کہہ رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس طرف ہمیں متوجہ فرمائے۔ اہلِ کراچی کا فرض تو زیادہ بڑا ہے، ہم تو آئے ہی اس لیے تھے کہ اللہ ہمیں خطہ عطا فرما دے۔ اس کے بعد کیا ہوا؟ کتنے بڑے ڈرامے ہمارے ساتھ ہوئے؟ کتنا ہمیں بیوقوف بنایا گیا، کتنا ہمیں فحاشی اور عریانی اور دنیا پرستی میں لگایا گیا، کتنے اپنوں نے ہی اپنوں کے گلے کاٹے ہیں۔ ہم اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو کیا جواب دیں گے؟ کل اللہ پوچھے گا کہ میرے دین کے لیے تمہارے اندر غیرت تھی یا نہیں؟ میرے احکام ٹوٹ رہے تھے تمہیں اس پر کبھی غصہ آیا؟ میری شریعت پامال ہوتی رہی تمہیں تکلیف ہوئی؟ آج کہاں کہاں غیرتوں، حمیتوں اور جذبات کا اظہار ہوتا ہے، کوئی ہے جو اللہ کے لیے بھی غیرت کا اظہار کرے، اللہ کے دین کے لیے حمیت کا اظہار کرے، اللہ کے دین کے لیے جوش وجذبے کا اظہار کرے؟ یہی ہمارا اصل مسئلہ ہے۔ اللہ کی طرف پلٹنا، اپنی انفرادی زندگی میں اللہ کی طرف متوجہ ہونا اور اجتماعی طور پر ایسی جدوجہد کرنا کہ اللہ سے ہم نے جو وعدے کیے، ان وعدوں کی تکمیل ہو اور یہاں پر اللہ کا دین واقعتاً قائم اور نافذ ہو جائے۔ یہ اجتماعی جدوجہد ہم سب کی ذمہ داری ہے۔ اگر ہم یہ جدوجہد کریں گے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت ہماری طرف متوجہ ہوگی اور ہمارے مسائل کو اللہ حل کرے گا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں سچی توبہ کی توفیق دے، تجدید عہد کی توفیق دے۔ اللہ اس مملکت خداداد کی بھی حفاظت فرمائے، اللہ ہمارے اور ہمارے حکمرانوں کے دلوں کو ہدایت کی طرف پھیرے۔ اللہ دین کے لیے محبت، غیرت وحمیت عطا فرمائے اور ہمیں اجتماعی طور پر کلمہ کی جدوجہد کے لیے قبول فرمائے۔ آمین!


مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے زیرِ اہتمام

بانی: ڈاکٹر اسرار احمدؒ

وفاق المدارس سے الحاق شدہ

## کُلّیۃ القرآن (قرآن کالج) لاہور

191۔ اتاترک بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور

''تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جو خود قرآن سیکھتے ہیں اور دوسروں کو قرآن سکھاتے ہیں۔'' (حدیث نبویﷺ)

درس نظامی کے ساتھ ساتھ میٹرک (آرٹس، سائنس)۔ ایف اے۔ بی اے اور ایم اے کے خواہش مند طلبہ کے لیے

## آن لائن داخلے شروع

- کرونا وائرس اور لاک ڈاؤن کی وجہ سے لاہور تشریف لائے بغیر بذریعہ واٹس ایپ اپنے کوائف ارسال کریں۔ مطلوبہ قابلیت کا جائزہ لینے کے بعد داخلہ دینے یا نہ دینے کے بارے آپ کو اطلاع کر دی جائے گی۔
- ریگولر کلاسز کے لیے حکومت پاکستان / وفاق المدارس کی ہدایات کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا۔
- کوائف ارسال کرنے کے لیے درج ذیل نمبروں پر رابطہ کریں۔

1۔ مولانا محمد فیاض 0322-4939102 — 2۔ شہریار 0301-4882395

خصوصیات

- دینی تعلیم کے ساتھ عصری تعلیم
- حفاظ، ذہین اور مستحق طلبہ کے لیے مراعات
- وفاق المدارس العربیہ اور لاہور بورڈ / پنجاب یونیورسٹی کا نصاب
- نمایاں پوزیشن والے طلبہ کے لیے وظائف

المعلن: حافظ عاطف وحید، مہتمم — ریاض اسماعیل، پرنسپل

انجینئر مختار فاروقی
0301-6998587
Email:hikmatbaalgha@yahoo.com

## 15 پس چہ باید کرد اے اقوامِ شرق

اے مشرق کے لوگو! اب کیا کرنا چاہیے؟

**41**

اے امینِ دولتِ تہذیب و دیں
آں یدِ بیضا برآر از آستیں

ترجمہ: اے اُمتِ مسلمہ! تو (بیدار خودی و زندہ ضمیر کی بدولت) دنیا میں انسان دوست فطری تہذیب اور ماحول دوست رویوں (دین) کی امین ہے، اُٹھ کر مشرق و مغرب کے افکار کی (خدا و ابلیس کے مابین) اس جنگ میں وقت کے فرعونوں کے سامنے اپنے وسائل اور طاقت کا ید بیضا آستین سے باہر نکال اور اپنا فرض ادا کر

تشریح: اے مسلمانو! جاگو۔ دنیا میں اسلام کے سچے ماننے والے (مردِ مومن) ہی بیدار خودی کے مالک ہیں اور فطری تہذیب و انسان دوست رویوں کے حقیقی امین ہیں اور دینِ اسلام انسانی فلاح و بہبود (دنیوی+ اخروی) کی آخری نشانی ہے۔ اُٹھو! اور ملکوتی ذمہ داری ادا کرو یہی وقت کام کرنے کا ہے۔ نظم طلوعِ اسلام میں علامہ اقبال نے 1923ء میں فرمایا تھا ؎

عطا مومن کو پھر درگاہِ حق سے ہونے والا ہے
شکوہِ ترکمانی، ذہنِ ہندی، نُطقِ اعرابی

اُمتِ مسلمہ کے پاس قرآن مجید ہے اس قرآن مجید کی کیمیا گری سے خودی بیدار ہوتی ہے اس کے اسرار سامنے آتے ہیں قرآن مجید پر عمل کرنے سے خداشناس، علم دوست، اخلاق دوست، ماحول دوست اور انسان دوست رویے پروان چڑھتے ہیں۔ خودشناسی کی قوتوں کا ید بیضاء سامنے لاؤ۔ انسان کا ضمیر جسے انگریزی میں CONSCIENCE کہتے ہیں (یہ لفظ CON اور SCIENCE کا مجموعہ ہے یعنی انسانی خودی کے اسرار میں سارے سائنسی علوم جمع ہیں)۔ سوشل سائنسز سے OCCULT SCIENCES تک جو چیز ضمیر انسانی کے مطابق ہے وہ علامہ اقبال نے اسرارِ خودی کے نام سے واضح کر دی ہے 'خودی' کو انگریزی میں SELF سے تعبیر کیا گیا جبکہ خودی اوپر درج تمام حقائق کو محیط ہے۔

**42**

خیز و از کارِ اُمم بکشا گرہ
نشۂ افرنگ را از سر بنہ

ترجمہ: اے اُمتِ مسلمہ! جاگ اور اقوامِ شرق کی رہنمائی کر اور مختلف اُمتوں اور اقوام کی گردنوں سے فرنگی غلامی کی گرہ کشائی کر اور فرنگ (ابلیسی و خدا دشمن استعماری ذہن) کے سر سے (فرعونیت کا) نشہ اتار دے

تشریح: اے اُمتِ مسلمہ! اُٹھو، کھڑے ہو جاؤ، دین پر عمل کرو، اپنی خودی کو بیدار کرو اور دنیا میں پھیلی آوارہ منش مسلمان قوم کو مقصد کی یکجہتی میں پرو کر اُمت کے مسائل کا کوئی حل سامنے لاؤ، مغرب کی غلامی و چاکری سے نجات دلاؤ تاکہ قرآن مجید کی حامل اُمت کو دنیا میں عروج ملے اور یوں دنیا میں مشرق کی انسان دوست، مذہبی اور آسمانی ہدایت کا بول بالا ہو جائے اور مسلمانوں کی جمعیت وجود میں آئے گی تو اسی کے منطقی نتیجہ میں ابلیسی صیہونی مغربی فرنگی استعمار زوال پذیر ہو کر ختم ہو جائے گا۔ یہ افرنگ کا نشہ ہے کہ ہمارا اقتدار گلوبل ہے اور اب کبھی ختم نہیں ہوگا۔ عالمی فلاحی اسلامی جمہوری ریاست قائم کر کے فرنگ کے سر میں سمایا ہوا فرعون کی طرح کا اَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلٰى کا نشہ اتار دو اور اس کا دماغ (فکر، فلسفہ اور فلسفی ذہن) ٹھیک کر دو۔

**43**

نقشے از جمعیتِ خاور فگن
واستاں خود را از دستِ اہرمن

ترجمہ: اے اُمتِ مسلمہ! (جاگ اور) اقوامِ مشرق کی بیداری و یگانگت و اتحاد کا کوئی منصوبہ و نقشہ (فکر) سامنے لا اور اس طرح شیطانی قوت (فرنگ اور یہود) کے پنجے سے خود کو آزاد کرا لے

تشریح: اے مسلمان! اُٹھ جاگ اور دنیا میں مشرق کی بیداری کے امکانات روشن ہو رہے ہیں اور اس کی بیداری سے کام لینے کے اسباب سوچ۔ دنیا میں تبدیلی پہلے فکری سطح پر (نظریہ میں) آتی ہے پھر جمعیت اور تنظیم کا مرحلہ آتا ہے پھر نظریاتی تربیت پھر PASSIVE اور ACTIVE مزاحمت کے مراحل آتے ہیں پھر کامیابی کے مواقع جنم لیتے ہیں اگر سارے کام سوچ بچار اور مشاورت سے آج صحیح سمیت میں کر لیے جائیں تو کوئی وجہ نہیں کہ انقلاب نہ آ سکے۔ بقول شخصے ؏

اُٹھ باندھ کمر کیا ڈرتا ہے پھر دیکھ خدا کیا کرتا ہے

اقوامِ مشرق کی جمعیت سے ہی دنیا میں خودشناسی اور خداشناسی کا دور (موسم بہار) آ سکتا ہے۔ جیسے جمعیت اقوام (LEAGUE OF NATIONS) بنی (پھر UNO وجود میں آئی) اسی طرح اُمتِ مسلمہ کی جمعیت کا کوئی نقشہ کار بنا۔ تاکہ بادشاہوں کے جبر و قہر اور اقوامِ مغرب کی جمہوری (سیکولر اور لبرل کی) جہنم سے انسانیت کو چھٹکارا مل سکے☆ (علامہ اقبال کے نزدیک اس جمعیت کا مرکز تہران ہو تو کیا کہنے

طہران ہو گر عالمِ مشرق کا جنیوا
شاید کرۂ ارض کی تقدیر بدل جائے

اسی طرح ایرانی شاعر ملک الشعراء بہار نے قیامِ پاکستان پر جو قصیدہ لکھا ہے اس میں اسلام کا مرکز کراچی یا لاہور کے ہونے کی خواہش موجود ہے۔

سزد کراچی و لاہور قبۃ الاسلام
کہ ہست یاری اسلام کار پاکستان

★ شاید اس طرح مسلمان کے ہاتھوں مشرق اور انسانیت کو 'اہرمن' (برائی کی قوتوں اور ان کے سرپرست دیوتاؤں) سے نجات مل سکے۔

## 1986ء سے لے کر آج تک توہین رسالت کا قانون پاکستان میں موجود ہے اور اس کے مطابق کئی مجرموں کو سزائے موت سنائی گئی لیکن کسی ایک پر بھی عملدرآمد نہیں ہوا، اس صورتحال نے مجرموں کی حوصلہ افزائی کی: ایوب بیگ مرزا

## ملعون طاہر کا ماورائے عدالت قتل بے شک قانون کو ہاتھ میں لینے کے مترادف تھا لیکن قانون کو پہلے خود ملعون نے ہاتھ میں لیا۔ اگر اس کو اس کے کیے کی سزا مل جاتی تو یہ واقعہ کبھی پیش نہ آتا: محمد متین خالد

# جھوٹے مدعیان نبوت اور توہین رسالت قانون کے موضوع پر

## حالات حاضرہ کے منفرد پروگرام ”زمانہ گواہ ہے“ میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہار خیال

میزبان: وسیم احمد

مرتب: محمد رفیق چودھری

**سوال:** پشاور ہائی کورٹ میں دوران سماعت توہین رسالت کے مجرم کے قتل کا پس منظر کیا ہے؟

**محمد متین خالد:** سب سے پہلی بات یہ ہے کہ دنیا بھر میں لاء اینڈ آرڈر کی خراب صورتِ حال اشتعال انگیزی پیدا کرتی ہے۔ جب آپ کسی کو اشتعال دلاتے ہیں تو اس کا پھر ردِّ عمل بھی آتا ہے۔ قانون بنانا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ اصل مسئلہ قانون پر عمل درآمد کرانا ہے۔ جس ملک میں قانون کی تنفیذ جتنی مضبوط ہوگی اتنی ہی اس ملک کی لاء اینڈ آرڈر کی صورت حال مضبوط ہوگی۔ نبی اکرم ﷺ کی حدیث ہے کہ پرانی قومیں اس لیے تباہ ہوئیں کہ وہ قانون کا نفاذ غریبوں پر کرتی تھیں اور امیروں کو چھوڑ دیتی تھیں۔ حالیہ واقعہ میں قتل ہونے والے طاہر احمد نسیم کا تعلق بنیادی طور پر قادیانی مذہب سے تھا۔ وہ 1978ء میں امریکہ چلا گیا تھا۔ وہاں پر اس کی برین واشنگ ہوئی۔ لگتا یہی ہے کہ کوئی طاقتور لابی گستاخانِ رسول کو سبز باغ دکھاتی ہے کہ آپ مسلمانوں کے مرکز میں جا کر یہ حرکت کریں ہم آپ کو پوری طرح سپورٹ کریں گے۔ بہر حال طاہر احمد نسیم گاہے بگاہے پاکستان کا چکر لگاتا رہتا تھا۔ چنانچہ 2011ء میں اس نے اپنے نبی اور مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ یہ آدمی پشاور (حیات آباد) میں رہتا تھا۔ اس کے دعویٔ نبوت کی وجہ سے پورے شہر میں اشتعال پھیلا۔ اس کی ویڈیوز سوشل میڈیا پر موجود ہیں۔ ہمارے نوجوان مسلمانوں نے اس کے ساتھ مناظرے کیے۔ اس وقت کسی کو خیال نہیں آیا کہ ایک آدمی اشتعال انگیزی کر رہا ہے، اس کی جان کو خطرہ ہے اس کو گرفتار کرنا چاہیے۔ اس کے بعد اس آدمی کے خلاف فتویٰ آیا کہ یہ آدمی دائرہ اسلام سے خارج ہے، حکومت وقت اس کو گرفتار کرے ورنہ اشتعال پھیلے گا۔ حکومت نے کوئی ایکشن نہیں لیا جبکہ وہ 2011ء میں یہ حرکتیں کرنے کے بعد واپس امریکہ چلا گیا اور پھر 2018ء میں واپس پاکستان آیا اور پھر وہی سرگرمیاں شروع کر دیں۔ تب اس پر توہین رسالت کے قانون 295-C کے تحت عدالت میں مقدمہ دائر کیا گیا۔ تقریباً دو سال سے یہ مقدمہ عدالت میں چل رہا تھا۔ اس نے جج صاحب کے سامنے بھی کہا ہے کہ میں نبی ہوں۔ مجھ پر وحی آتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ ایسے جھوٹے اقرار کے بعد یہ کیس فوری نتیجہ پر کیوں نہیں پہنچا؟

بہر حال یہ آدمی عدالت میں جب پیش ہوتا تھا تو بہت مطمئن ہوتا تھا کہ میرے پیچھے امریکہ ہے وہ مجھے یہاں سے نکال لے جائے گا۔ جیسا کہ پہلے گستاخانِ رسول کے مجرموں کے ساتھ ایسا ہوتا رہا ہے۔ کیونکہ مغربی طاقتیں ایسے لوگوں کو بہت زیادہ پروٹوکول دیتی ہیں۔ چنانچہ اسی صورتحال کے تحت وہاں ایک بہادر نوجوان نے اس کو عدالت میں ہی قتل کر دیا۔ ظاہر ہے جو اشتعال انگیزی وہ پھیلا رہا تھا اس کا بالآخر یہی انجام ہونا تھا۔ غازی علم دین شہید کے کیس میں قائداعظم نے یہی موقف اختیار کیا تھا کہ راج پال نے اشتعال انگیز کتاب لکھی ہے۔ بہر حال میں کہتا ہوں کہ طاہر احمد نسیم نے پہلے قانون کو ہاتھ میں لیا اگر وہ گرفتار ہو جاتا اور اس کو اس کے کیے کی سزا مل جاتی تو یہ واقعہ کبھی پیش نہ آتا۔

**سوال:** پاکستان میں توہین رسالت کا قانون کیوں ضروری ہے؟

**ایوب بیگ مرزا:** مجھے آج تک یہ سمجھ نہیں آئی کہ سیکولرز توہین رسالت کے قانون 295-C کی مخالفت کیوں کرتے ہیں۔ اگر اس قانون کے تحت عدالتوں میں مقدمے چلائے جائیں اور مجرموں کو سزا ملے تو پھر کوئی توہین رسالت کی جرأت کرے گا؟ اس لحاظ سے تو یہ قانون مجرموں کا تحفظ کرتا ہے کہ کوئی مجرم سزا کے خوف سے اس طرح کی حرکت نہیں کرے گا۔ سعودی عرب میں جب کسی مجرم کو سزائے موت دی جاتی ہے تو اس کے بعد وہ جرم وہاں نہیں ہوتا۔ جب ضیاء الحق کے دور میں بچوں کے ساتھ زیادتی کے مجرم کو سرعام سزائے موت دی گئی تھی تو اس کے بعد بہت عرصہ تک وہ جرم نہیں ہوا تھا۔ اصل مسئلہ یہی ہے کہ جب قانون کے مطابق سزا نہیں دی جاتی تو پھر مجرموں کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔ 1986ء سے لے کر آج تک توہین رسالت کا قانون پاکستان میں موجود ہے اور اس کے مطابق کئی مجرموں کو سزائے موت سنائی گئی لیکن کسی ایک پر بھی عملدرآمد نہیں ہوا۔ جب قانون پر عمل درآمد کے حوالے سے یہ صورتحال ہوگی تو پھر مجرموں کے حوصلے بڑھیں گے اور لوگ قانون کو ہاتھ میں بھی لیں گے۔ ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ نبی اکرم ﷺ کا معاملہ دوسرے مسلمانوں کی نسبت استثنائی ہے۔ قرآن پاک میں نبی اکرم ﷺ کی تعظیم کا حکم دیا گیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

”اے اہلِ ایمان! اپنی آواز کبھی بلند نہ کرنا نبی (ﷺ) کی آواز پر اور نہ انہیں اس طرح آواز دے کر پکارنا جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے کو بلند آواز سے پکارتے ہو مبادا تمہارے سارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔“ (الحجرات:2)

یعنی نبی اکرم ﷺ کو بہت سے معاملات میں استثناء حاصل تھی۔ میں تجویز پیش کرتا ہوں کہ کیوں نا ہم ان استثنائی معاملات کے حوالے سے خصوصی عدالتیں قائم کریں۔ خاص طور پر توہین رسالت کے مرتکبین کے لیے خصوصی عدالتیں ہوں۔ البتہ مقدمہ کی چھان بین پوری ہونی چاہیے اور کسی کے ساتھ ظلم و زیادتی نہیں ہونا چاہیے

اورپھر ان خصوصی عدالتوں میں وقت کی پابندی ہو یعنی سپیڈی ٹرائل ہو۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا ایسے مجرموں کا ماورائے عدالت قتل نہیں ہوگا۔ کیونکہ لوگوں کو معلوم ہوگا کہ مجرم عدالت کے ذریعے کیفر کردار تک پہنچ جائے گا۔ برصغیر کے مسلمانوں کا مذہب کے ساتھ جذباتی لگاؤ ہے۔ عملی لگاؤ بہت کم ہے۔ مثال کے طور پر اگر خدانخواستہ ہندو کسی مسجد پر قبضہ کر لیتے ہیں اور وہاں پر سٹین گنیں نصب کر لیتے ہیں کہ کوئی مسجد میں داخل نہ ہو۔ اس مسجد کے مستقل نمازی تو شاید جرأت نہ کریں لیکن محلے کے وہ مذہب سے لاتعلق لوگ جنھوں نے کبھی نماز پڑھی نہیں ہوگی وہ اسی دن مسجد میں نماز پڑھنے جائیں گے۔ یہاں کے مسلمانوں کا ایسا جذباتی معاملہ ہے اور اسی جذبے نے ہی حضور ﷺ کے ساتھ تعلق کو ابھی تک قائم رکھا ہوا ہے۔ دعا کریں کہ یہی جذبہ عملی صورت میں ڈھل جائے تو اس سے دین اسلام کو بہت فائدہ ہوگا۔ لیکن ہمارے ہاں ایسے جاہل لوگ بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ قرآن پاک میں توہین رسالت کی سزا کا ذکر ہی نہیں ہے۔ میں ان سے پوچھتا ہوں کہ جو قرآن پاک یہ درس دیتا ہے کہ تم نے محمد ﷺ کے سامنے اونچی آواز میں بات نہیں کرنی ورنہ تمہارے سارے اعمال حبط ہو جائیں گے وہ رسول اللہ ﷺ کی توہین کرنے والوں کو کیسے برداشت کرے گا۔ دراصل حضور ﷺ کی وساطت سے ہی ہمیں دین کا سارا علم حاصل ہوا ہے ورنہ قرآن میں تو نماز اور زکوٰۃ کا بھی صرف حکم ہے' تفصیلات نہیں ہیں۔ ہمیں تفصیلات رسول اللہ ﷺ کی احادیث میں ملتی ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ نبی اکرم ﷺ کی محبت جس طرح ہمارے اندر اِن پُٹ کر دی گئی ہے یہ ایک معجزہ ہے کہ ہمارے دل میں آپ ﷺ کی محبت تمام محبتوں سے بڑھ کر ہے۔

**سوال:** عدلیہ نے توہین رسالت کے کسی مجرم کو آج تک سزائے موت کیوں نہیں دی؟

**محمد متین خالد:** توہین رسالت کے مجرم کو یہ معلوم ہے کہ جو آدمی پاکستان میں توہین رسالت کرے گا اس کو امریکہ اور مغربی ممالک پروٹوکول دیں گے۔ وہ چاہے یہاں آوارہ پھر رہا ہے اور کوئی کام نہیں کرتا لیکن اسے معلوم ہے کہ جب میں توہین رسالت کروں گا تو مغرب کی آنکھوں کا تارہ بن جاؤں گا۔ مال ملے گا، ویزہ ملے گا، اس ملک کی شہریت ملے گی۔ جب وہ رسول اللہ ﷺ کی توہین کرتا ہے تو اس کو بچانے کے لیے مغرب آ جاتا ہے اور حکومت اور عدلیہ پر دباؤ ڈالتا ہے۔ حالانکہ ہم نے کبھی ان کی عدالت میں مداخلت نہیں کی۔ میرے پاس ایک کتاب موجود ہے جس کے مطابق تقریباً 150 ایسے کیسوں میں سیشن کورٹ نے توہین رسالت کے مجرموں کو سزائے موت سنائی ہے اور پھر ان تمام فیصلوں کی توثیق ہائی کورٹ نے بھی کی ہے لیکن اس کے بعد وہ سارے کیسز جب سپریم کورٹ میں گئے ہیں تو وہاں سے کوئی مجرم بھی اپنے انجام کو نہ پہنچ سکا۔ اس قانون کو بنے ہوئے 34 سال ہو چکے ہیں۔ لیکن آج تک کسی ایک ایسے مجرم کو بھی سزا نہیں ملی۔ میں ایک واقعہ سناؤں گا۔ 2005ء میں فیصل آباد کے ایک آدمی شہباز نے دعویٰ کیا کہ میں مہدی ہوں۔ اس نے 27 آدمی ساتھ لیے اور جدید ہتھیاروں سے لیس ہو کر قیمتی گاڑیوں میں بیٹھ کر اعلان کیا کہ ہم نے اسلام آباد پر قبضہ کرنا ہے۔ چنانچہ یہ گروہ جب موٹروے پر پہنچا تو وہاں پولیس نے ان کو روک لیا۔ وہاں ڈی پی او وینس صاحب نے ان سے مذاکرات کیے لیکن وہ نہیں مانے۔ چنانچہ ڈی پی او صاحب نے ڈراما کرتے ہوئے

> **توہین رسالت کے مجرموں کے لیے خصوصی عدالتیں قائم ہونی چاہئیں جہاں سپیڈی ٹرائل ہو۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ایسے مجرموں کا ماورائے عدالت قتل نہیں ہوگا کیونکہ لوگوں کو معلوم ہو گا کہ مجرم عدالت کے ذریعے جلد کیفر کردار تک پہنچ جائے گا۔**

اس کو مہدی تسلیم کیا اور اس کے ہاتھ پر باقاعدہ بیعت کی اور اس چال میں پھنسا کر ان کو گرفتار کر لیا۔ اس ڈراما کے دوران اس شخص نے مستی میں آ کر فائرنگ کر کے دو راہ گیر قتل کر دیے۔ اس پر سیشن کورٹ میں مقدمہ درج ہوا اور شہباز نامی شخص کو پھانسی اور باقی لوگوں کو عمر قید وغیرہ کی سزائیں سنائی گئیں۔ ان پر توہین رسالت کی شق 295-C اور دفعہ 302 کے تحت مقدمات چلائے گئے کیونکہ ایس پی صاحب نے گواہی دی کہ اس نے توہین رسالت کی تھی۔ لیکن یہ مقدمہ جب ہائی کورٹ میں پیش ہوا تو ہائی کورٹ نے توہین رسالت کی دفعہ مقدمہ سے نکال دی۔ کیونکہ بعد میں معلوم ہوا کہ اس میں چوٹی کے وکیل صاحب نے مقدمہ لڑا تھا اور اس نے 5 کروڑ روپے لیے تھے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اتنی رقم کہاں سے آتی ہے۔ بہر حال آدھے لوگ ہائی کورٹ نے بری کروا دیے اور آدھے سپریم کورٹ نے بری کر دیے اور آج بھی وہ شہباز نامی گستاخ فیصل آباد میں موجود ہے۔ اسی طرح 2014ء میں ایک شخص اصغر نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا یہ شخص برطانیہ کا شہری تھا۔ اس پر سیشن کورٹ میں مقدمہ چلا اور کورٹ نے اسے پھانسی کی سزا سنا دی۔ لیکن برطانیہ میں موجود پاکستانی ممبر پارلیمنٹ سعیدہ وارثی نے وزیراعظم ڈیوڈ کیمرون سے کہا کہ ہمارے ایک بندے کو پاکستان میں 295-C کے تحت پھانسی کی سزا سنا دی گئی ہے۔ چنانچہ ڈیوڈ کیمرون نے پارلیمنٹ میں خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ہمارے بندے کو پھانسی نہیں ہوگی کیونکہ میں نے حکومت پاکستان سے بات کر لی ہے اور کچھ عرصے کے بعد انتظامیہ سے چھپا کر اسے برطانیہ بھیج دیا گیا۔

**سوال:** کیا یہ بات درست ہے کہ یہاں توہین رسالت کے قانون کا غلط استعمال ہو رہا ہے؟

**محمد متین خالد:** میرے پاس تقریباً 150 مقدمات کے فیصلے تحریری صورت میں موجود ہیں جن میں واضح لکھا ہوا ہے کہ ڈی پی او اور ایس پی صاحب باقاعدہ جائے وقوعہ پر جا کر تفتیش کرتے ہیں' اگر ملزم پر جرم ثابت نہ ہو تو پہلی پیشی پر ملزم رہا ہو جائے گا کہ اس کی تفتیش ایس پی صاحب نے کی ہے۔ لہٰذا یہ غلط پروپیگنڈہ ہے کہ یہ قانون غلط استعمال ہو رہا ہے۔ کسی ایک مقدمہ میں بھی اس کا غلط استعمال نہیں ہوا۔ جبکہ قتل وغیرہ جیسے دیگر مقدمات میں قانون کا زیادہ غلط استعمال ہوتا ہے۔ توہین رسالت کے قانون کے اندر یہ شق موجود ہے کہ اگر اس قانون کا غلط استعمال ہو تو آپ مدعی کے خلاف کارروائی کر سکتے ہیں۔

**ایوب بیگ مرزا:** ہمارے آئین کی دفعات 302، 303، 324 وغیرہ سب کا غلط استعمال ہوتا ہے۔ تو کیا ان سب دفعات کو ختم کر دیا جائے؟ لہٰذا C-295 کو ختم کرنے کا اس بنیاد پر کوئی جواز نہیں ہے۔

**سوال:** توہین رسالت کے کیسز کے فیصلوں میں تاخیر کیوں ہوتی ہے؟

**ایوب بیگ مرزا:** یہ بات سامنے آ چکی ہے کہ جو لوگ توہین رسالت کے مرتکب ہوتے ہیں ان کی پشت پناہی مغرب اور امریکہ کرتے ہیں۔ اس وقت مغرب اور امریکہ میں سرمایہ دارانہ نظام رائج ہے۔ اس سے پہلے جب امریکہ سپر پاور بنا تو اس کے سامنے اشتراکیت کی قوت تھی جو بے خدا تہذیب ہے۔ چنانچہ امریکہ اور مغرب نے اشتراکیت کو ختم کرنے کے لیے مسلمانوں کو استعمال کیا اور سوویت یونین کو شکست دے کر انھوں نے کامیابی حاصل کر لی۔ اس کے بعد ان کا اگلا ہدف اسلام تھا اب اسے ختم کرنے کے درپے ہیں۔ کیونکہ سرمایہ دارانہ نظام ایک ظالمانہ اور استحصالی نظام ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ اگر کل دنیا کے سامنے اسلام کا عادلانہ نظام آ گیا تو ہمارا نظام اس

کے سامنے ٹھہر نہیں سکے گا۔ لہٰذا اصل مسئلہ ان کو اپنے سرمایہ دارانہ نظام کو بچانے کا ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ اس وقت صرف مسلمانوں کے پاس ایسا نظام ہے جو سرمایہ دارانہ نظام کا مقابلہ کرسکتا ہے۔ جو اس کا متبادل بن سکتا ہے۔ لہٰذا یورپ اور امریکہ کی تمام قوتیں مشترکہ طور پر اسلام کے خلاف استعمال ہو رہی ہیں تاکہ اسلام کا نظام دوبارہ نہ آجائے۔ وہ اس حقیقت سے واقف ہیں کہ جب تک مسلمان کے اندر سے روحِ محمد ﷺ نہیں نکالی جائے گی اسلام اپنی قوت کے ساتھ کھڑا رہے گا۔ اسی لیے وہ اس جذبے کو ہی ختم کرنا چاہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس قانون کے خلاف وہ بہت چیخ و پکار کر رہے ہیں۔ اگر یہ قانون 1986ء سے قائم ہے تو آج تک ہر سال امریکہ اس کو ختم کرنے کا مطالبہ کرتا رہا ہے۔ ایک بات ضرور کہوں گا شاید وہ لوگوں کو اچھی نہ لگے۔ پاکستان کا استحکام اسلام کے ساتھ وابستہ ہے۔ اسلام کے بغیر پاکستان کی کوئی حیثیت نہیں۔ اسلام ساری دنیا میں ہے اور وہ قائم رہے گا۔ لیکن پاکستان میں اسلام نہیں ہوگا تو پاکستان کبھی قائم نہیں رہ سکتا۔ لہٰذا کرنے کا اصل کام یہ ہے کہ اگر پاکستان میں اسلام کا نظام قائم ہو جائے تو اس کو استحکام مل جائے گا۔ سیاسی اور معاشی دونوں لحاظ سے جب ایسا استحکام آجائے گا تو پھر پاکستان امریکہ کے ساتھ وہی سلوک کرنے کی پوزیشن میں ہو جائے گا جو اس وقت چین امریکہ کے ساتھ کر رہا ہے لیکن اگر ہم نے اپنے آپ کو سیاسی، معاشی، سماجی اور عسکری لحاظ سے مضبوط نہ کیا تو ہم اپنی حفاظت نہیں کرسکیں گے اور نہ ہی 295-C کے قانون کی حفاظت کرسکیں گے۔

**قارئین پروگرام ”زمانہ گواہ ہے“ کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جاسکتی ہے۔**

**تربیتِ اولاد**

# بچوں کے موبائل کی نگرانی کیجیے!

**محمد رشید عمر، فیصل آباد**

اس مضمون میں راقم ایک تکنیک سے قارئین کو آگاہ کرنا چاہتا ہے، جس کے ذریعہ آپ اپنے بچوں کی موبائل (اسمارٹ فون) نیز انٹرنیٹ کی سرگرمیوں کی نگرانی کر سکتے ہیں۔ یقیناً آپ کے گھر میں سات سے چودہ سال تک کے بچے ہوں گے۔ یہ ٹیکنالوجی کا دور ہے۔ اہلِ ایمان کی اکثریت نے اپنے بچوں کی ضد پر یا کسی اور مجبوری کے تحت اپنے بچوں کے ہاتھ میں اسمارٹ فون پکڑا دیا ہے۔ آپ اپنے بچوں کو کمپیوٹر، انٹرنیٹ اور موبائل (اسمارٹ فون) سے دور بھی نہیں رکھ سکتے، اس لیے کہ عام حالات میں عموماً اور وبائی دور میں تو خصوصاً آن لائن کلاسیں بچوں کے لیے منعقد ہو رہی ہیں۔ غرض تعلیمی سرگرمیوں کی بات کی جائے تو موبائل (اسمارٹ فون)، انٹرنیٹ اور کمپیوٹر کا استعمال ناگزیر ہے۔ یاد رہے کہ بچوں میں تجسس بہت زیادہ ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ اپنے نفع ونقصان سے بے گانہ ہو کر نیٹ کا استعمال کرتے ہیں۔ نیز سکول کے بچوں میں کچھ بچے پراگندہ ذہنی کا شکار ہوتے ہیں۔ وہ ہر کسی بچے کو دعوت گناہ دیتے رہتے ہیں، جو ہوسکتا ہے آپ کے بچے کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لے۔ صحبت غلط کے علاوہ اور بھی بہت سے عوامل ہیں جو آپ کے بچے کا مستقبل تباہ کرسکتے ہیں۔ اس سے پہلے کہ آپ کو شرمندگی اٹھانا پڑے، راقم کی تجویز پر غور کریں۔

اپنے موبائل کے پلے اسٹور سے Google Family Link for parents نامی ایپ کو ڈاؤن لوڈ کریں۔ من وعن ایپ اپنے بچے کے موبائل میں بھی ڈاؤن لوڈ کریں۔ دونوں ایپ کو ایک ساتھ اوپن کریں۔ اپنے موبائل کو نگران (سپروائیزر) قرار دیں۔ پھر جو ہدایات ملیں ان کو مرحلہ وار فالو کریں۔ اس ایپ کا فائدہ یہ ہے کہ آپ اپنے بچے کی موبائل سرگرمیوں سے متعلق حسبِ ذیل باتوں سے کسی بھی وقت آگاہ ہوسکتے ہیں:

1۔ اس نے کس ویب سائٹ کو اوپن کیا۔
2۔ کس ویڈیو کو دیکھا۔
3۔ دن بھر کتنی دیر وہ موبائل کے ساتھ وابستہ رہا۔

نیز ایک اور فائدہ اس ایپ کا یہ ہے کہ جب کبھی آپ کے بچے کوئی گیم ڈاؤن لوڈ کرنے لگیں گے یا کسی بھی ویب سائٹ کو access کرنے کی کوشش کریں گے تو براوزر پہلے آپ سے اجازت مانگے گا۔ غرض آپ جن ویڈیوز اور گیمز کی اجازت دیں گے آپ کا بچہ وہی ویڈیو یا گیم یا ویب سائٹ access کرسکتا ہے۔ نیز آپ جب چاہیں، کسی گیم یا ایپ کو جو آپ کے بچے کے موبائل میں ہے، بلاک کرسکتے ہیں۔ جو آپ کے بچے کے موبائل سے غائب ہو جائے گا۔

اسی طرح اپنے گوگل براؤزر میں جاکر setting میں جائیں اور safe search filter میں جائیں اور Filter explicit results کو select کریں۔ اسی طرح ویڈیو میں Do not Autoplay کو select کریں۔ اسی طرح پلے اسٹور میں جائیں۔ setting میں جائیں اور parental controls کو آن کریں۔ امید ہیں اتنا کرنے سے آپ اور آپ کے بچے کا موبائل نامناسب مواد سے پاک ہو جائے گا۔ لیکن اس سب سے زیادہ اہم یہ ہے کہ اللہ کا ذکر کثرت سے کیا جائے کہ وہی مومن کے لیے ہتھیار ہے۔ نیز دشمن جب کسی پر قابو پاتا ہے تو سب سے پہلے اس سے ہتھیار نیچے رکھنے کو یا چھوڑنے کو کہتا ہے یا اسے حاصل کرلیتا ہے۔ شیطان کا جب کسی پر زور چلتا ہے تو وہ اسے اللہ کے ذکر سے غافل کرتا ہے، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

”شیطان نے ان کے اوپر قابو پالیا ہے، پس انہیں اللہ کی یاد بھلا دی ہے۔ یہ لوگ ہیں شیطان کی جماعت۔ آگاہ ہو جاؤ! شیطان کی جماعت کے لوگ ہی حقیقت میں خسارہ اٹھانے والے ہیں۔“ (المجادلہ:19)

آج سارے عالم میں والدین کے لیے یہ بات لمحہ فکریہ ہے کہ وہ کس طرح اپنے بچوں کی موبائل سرگرمیوں پر نظر رکھیں۔ مخرب اخلاق اور حیا سوز ویڈیوز اور گیمز سے بچوں کو کس طرح بچائیں؟ ان کے اوقات کی کس طرح حفاظت کریں؟ اس وقت سارے عالم میں عریانیت کا سیلاب آیا ہوا ہے۔ آئے دن اخبارات میں سکول کے بچوں کی حیا سوز خبریں آتی رہتی ہیں۔ بچے تو کیا بڑے لوگ، عزیمت سے پہلوتہی کا شکار ہیں۔

اللہ پاک راقم کو بھی اور قارئین کو بھی اپنے نیک بندوں کے گروہ میں شامل فرمائے۔ شیطان کے مکروفریب کو سمجھنے نیز اس سے بچنے کی توفیق نصیب فرمائے، ہمارے بچوں کے مستقبل کی حفاظت فرمائے اور ان میں آخرت کا شعور بیدار فرمائے۔ آمین!

# ایک سلطان بھی نہیں....

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

کشمیر کے جھنڈے لہراتے، بھارت کے جھنڈے اور مودی کے پتلے جلائے، جشن آزادی کے بہت بڑے بڑے کیک کاٹتے، ہم نے دنیا کو استحکام پاکستان اور آزادیٔ کشمیر پر اپنے عزم کا نظارہ دکھا دیا۔ تاہم وفاقی وزیر امورِ کشمیر تو بھاگ ہی پڑے۔ 'رن فار کشمیر' (کشمیر کے لیے دوڑو) کے تحت کچھ اپنی کلوریز جلا کر بھارت کا جی جلایا۔ کشمیر کے لیے دوڑ دھوپ دکھا دی۔ اگرچہ ستم ظریفی یہی تو ہے کہ ہم مسئلہ کشمیر سے بھاگ ہی تو رہے ہیں، مزید بھاگنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ بیس سالہ غلامی پلس کے یہ سال گزار کر ہم نے بحیثیت امت، جلوس جلسے نکالنے، میراتھان دوڑیں لگانی سیکھی ہیں جہاد فی سبیل اللہ سے بچتے بچاتے۔ دنیائے کفر کے ظلم، جبر تشدد تلے پسی آبادیوں، میزائیلوں کی زد میں شعلہ بداماں بستیوں سے منہ موڑے ہم یہ ہومیو پیتھک علاج سیکھ گئے ہیں۔ کشمیر کچلا جا رہا ہے؟ دوڑو۔۔۔ لیکن دیکھو بارڈر پار دیکھنا بھی نہیں، جانا بھی نہیں۔ یہیں اسلام آباد میں کچھ تصویریں کھنچوانی، کچھ سیمنار، تقاریر برپا کرنی، نغمے گانے بجانے، خاموشی اختیار کر کے اظہارِ یک جہتی کرنا ہے۔ اس کی وڈیوز وائرل کر کے حق ادا ہو جائے گا۔ آپریشن طلب مرض کو پیناڈول کھلا کر بہلائے چلو۔

ابھی ہم کشمیر کو چپ کرانے، بہلانے پھسلانے میں لگے تھے کہ دجالیوں نے نیا امتحان کھڑا کر دیا۔ یکایک اماراتی رئیس نے اپنے غریب، مسکین، مظلوم فلسطینی بھائیوں سے منہ موڑ کر اسرائیل سے والہانہ اظہارِ محبت دنیا کے چوراہے میں کر ڈالا۔ اگرچہ یہ چوری چھپے تعلقات زیرِ زمین تو کب سے چل ہی رہے تھے سو یہ غیر متوقع معاہدہ تو نہیں۔ پہلے کشمیریوں کے قاتل مودی کی پیٹھ ٹھونکتے رہے۔ یہ دونوں نوجوان ولی عہد شہزادے (امریکہ کے تابع فرمان، امریکہ کے یہودی داماد کشنر کے فدوی) مشرقِ وسطیٰ میں جس منہ زور پالیسی کو پوری امت کی بے قراری کے علی الرغم لیے چل رہے ہیں، یہ اقدام عین اسی کا نتیجہ ہے۔ اسرائیل اور بھارت یکساں طور پر مسلم کش اور اسلام دشمنی میں سرِفہرست ہیں۔ اس کے باوجود مودی کو اعزازات سے لادنا اور بہت بڑے مندر کی تعمیر ہوا کا رخ تو بتا ہی چکی تھی۔ مودی نے بابری مسجد گرا کر مندر کی تعمیر شروع کی۔ یہودی مسجد اقصیٰ ڈھا کر ہیکل سلیمانی بنانے کا عزم رکھتے ہیں۔ راہ ہموار کرنے کے لیے پوری دنیا میں کل 1 کروڑ یہودی، 1.7 ارب مسلمانوں کے مقابل (اسرائیل میں 60 لاکھ یہودی ہیں) تن کر کھڑے ہیں۔ انہیں مسئلہ حکمرانوں سے نہیں مسلم عوام سے ہے۔

گریٹر اسرائیل ایجنڈوں کی سیریز میں ریاض میں ٹرمپ نے مئی 2017ء میں 55 مسلم ممالک کی کانفرنس بلا کر ان کی گویا امامت فرمائی تھی۔ اس کانفرنس میں ٹرمپ کا خطاب، مسلم امت کے فہمیدہ طبقے کے لیے ایک طوفان کا پیش خیمہ تھا۔ اس میں آج تک ہونے والے تمام اقدامات کا بلیو پرنٹ موجود تھا، اس کے 6 ماہ بعد یروشلم میں پورے مذہبی جوش و خروش کے ساتھ امریکی سفارت خانہ کھولا گیا۔

اپنی کامیابی پر خوشی سے چہکتے لوٹتے تھے۔ کشنر کو ان مشنز پر مامور کیا تھا جن کے نتائج ہم مشرقِ وسطیٰ میں انتشار باہمی اور جنگوں کی صورت بھی دیکھ رہے ہیں۔ یہ اسی کا اگلا مرحلہ ہے۔ معاہدے کے مطابق اب امارات نے باقی مسلم ممالک کو اسی طرح ڈھب پر لانا ہے۔ یہ الگ بات کہ امارات میں اسرائیلی سفارت خانہ ''موساد'' کا اڈا بنے گا۔ خطے کے مسلم مفادات گروی رکھے جائیں گے۔ گریٹر اسرائیل، فلسطینیوں سے رہی سہی زمینیں چھین کر انہیں صحرائے سینا میں دھکیلنا، ہیکل سلیمانی کی تعمیر کی ساری چوریاں اسی سینہ زوری سے ہوں گی۔ معاہدہ کرتے ہی نیتن یاہو نے بلا توقف یوٹرن لے کر فلسطینی علاقے ضم کر نے کے منصوبے پر اصرار کیا۔ بلکہ اسرائیلی دہشت گردی کی رفتار بڑھا دی۔

معاہدے کے بعد بھی بلا تامل غزہ پر ٹینکوں، جیٹ جہازوں، جنگی ہیلی کاپٹروں سے حملے کر کے اپنے عزائم کا عملی اظہار کر دیا۔ 20 لاکھ محصور ترین مسلم آبادی پر مزید سپلائز کا راستہ بند اور ماہی گیری پر مزید پابندی عائد کر دی۔ ایندھن کی سپلائی روک دی۔ ایک دن میں 32 بچے اور 10 خواتین گرفتار کر کے مسلمانوں کا منہ چڑایا ہے۔ امارات کے ساتھی دوست ممالک، مسلم عوام کا ردِعمل دیکھ رہے ہیں خود اسرائیل سے تعلقات کا اقدام کرنے سے پہلے۔ کشمیر سے تو ہم بھاگ ہی رہے تھے اب فلسطین کی چھچھوندر گلے میں آ پھنسی ہے۔ حکومت آئیں بائیں شائیں کر رہی ہے۔ ایماں مجھے روکے ہے تو کھینچے ہے مجھے کفر کی کیفیت میں۔ ایمان بے چارہ نہایت کمزور، بیمار شیمار ہی رہتا ہے۔ کورونا میں پورا زور لگا کر رمضان، عیدین، مساجد، مدارس، نماز باجماعت، صفیں تڑوانے کے سارے اہتماموں سے نمٹے۔ ''ریاست مدینہ'' کا جو حوالہ چلتا ہے وہ اصلاً موجودہ حرمین حکمرانوں کا رول ماڈل ہے۔ (جسے سادہ لوح پاکستانی دورِ اول کا مدینہ منورہ سمجھے بیٹھے ہیں)۔

حال ہی میں مدینہ کے صوبے ہی میں عالمی حرّافہ ماڈل کے دن بھر کے ایمان شکن جلوؤں کا تذکرہ ہو ہی چکا عالمی میڈیا میں۔ پاکستان بالواسطہ یہودی شکنجے میں یوں ہے کہ وزیر اعظم کی اولاد کا ننھیال نامی گرامی یہودی خاندان ہے۔ اہم مناصب پر قادیانی اور مہا سیکولر مزید ہیں۔ سو عوام کو اقصیٰ اور فلسطینیوں کی حفاظت کے لیے خود چوکس رہنا ہو گا۔ ہماری دگرگوں اقتصادی حالت ہم سے کوئی سودا نہ کروالے۔ چہار جانب سے ہم ایمان فروشی کے لیے مسلسل دباؤ کا سامنا کر رہے ہیں۔ ختمِ نبوت، شانِ رسالت، قادیانی اور اقلیتی حقوق کا واویلا، تعلیمی نصابوں کی بربادی، دہشت گردی کی آڑ میں ہر ذی ایمان نوجوان کا گھیراؤ کرنے کی مجبوری، دینی فلاحی سرگرمیوں کا گلا گھونٹنا۔ غرض صلیبی جنگ جس کا اظہار بش نے آغازِ جنگ 2001ء میں کیا تھا ہم اسے بالاقساط بھگت رہے ہیں۔ اب باری ہے اسرائیل کے اصل ایجنڈے پر عمل کی۔ ہر جا عوام حکومتوں کو بھی دیکھ رہے ہیں، علماء اور دینی جماعتوں کے کردار پر بھی مسلسل امید بھری نگاہوں کو پتھرایا ہوا محسوس کرتے ہیں۔

یاد رہے کہ مسئلہ صرف فلسطین یا فلسطینی عوام کا نہیں، مسئلہ قبلۂ اول، بیت المقدس کا، مسجد اقصیٰ کا ہے۔ یہ نری حریت پسندی، نسل اور زمین کا نہیں ایمان کا مسئلہ ہے۔ دنیا کے ہر لا الٰہ کہنے والے کی دنیا آخرت کا مسئلہ ہے۔ حق سے وفاداری کا لٹمس ٹسٹ ہے۔ جس طرح کعبۃ اللہ یا مسجد نبویؐ کی طرف میلی آنکھ سے دیکھنے کی اجازت کسی کو نہیں دی جا سکتی، وہی حیثیت مسجد اقصیٰ کی دنیا

بھر کے ہر مسلمان کے لیے ہے۔ پھر ہم خلافتِ عثمانیہ کو دکھ سے یاد کرنے پر مجبور ہیں۔ کمزور ترین حالت میں بھی خلافت نے سلطان عبدالحمید دوئم کے دور میں یہودی دباؤ، لالچ، منت وسماجت پر جو زبردست دفاع کا رویہ اختیار کیا تھا وہ تاریخ میں درج ہے۔ مال ودولت کے عوض قدس کی زمین مانگنے پر سلطان نے کہا: 'عثمانی کبھی دشمنوں کے مال سے کھڑے کئے محلات میں پناہ نہ لیں گے۔ دوبارہ جرأت مت کرنا۔ میں اس سرزمین کی مٹھی بھر خاک بھی نہیں دے سکتا۔ یہ میری ملکیت نہیں، پوری امتِ مسلمہ کی ہے۔ امت نے اس کے لیے جہاد کیا اور اپنے خون سے اسے سینچا ہے۔ جب تک میں زندہ ہوں، سینے میں خنجر گھونپ لوں گا، زمین یہودیوں کو نہیں دوں گا۔' آج اس امت کے قافلے میں 'ایک سلطان بھی نہیں۔' نہ سلطان محمد فاتح، نہ سلطان صلاح الدین ایوبی، نہ سلطان عبدالحمید جیسا بھی کوئی ایک! مسجدِ اقصیٰ مرکز نگاہ کیونکر ہو، جب کورونا کے بہانے مساجد پر شدید ترین پابندیوں اور غضب ناکی پوری قوم نے دکھائی! یہ اتفاق مبارک ہو مومنوں کے لیے! جو کسر رہ گئی تھی حرمتِ مسجد توڑنے کی، وہ لاہور مسجد وزیر خان میں میراثیوں نے (آرٹ کلچر کا ملفوف نام!) ناچ گا بجا کر احکامِ شریعت کی پامالی سے پوری کر دی۔ مسجدِ اقصیٰ کی حفاظت کا فریضہ ادا کرنے والے فلسطینی حماس ہو یا دیگر، عسکری تنظیموں کی آڑ میں انہیں دیوار سے لگا دیا۔ صلاح الدین ایوبیؒ کے سارے بیٹے مسلم دنیا سے چن چن کر مار ڈالے۔ کیونکہ ہم بش کے فرمانبردار ٹوڈی ہیں جس نے کہا تھا: 'میں وہ سارے جوہڑ ختم کردوں گا جہاں سے مچھر پیدا ہوتے ہیں۔' نمرود کی ناک کے ان مچھروں کے عوض دنیا نے ڈینگی اور کورونا بھگتا ہے۔ رہے نام اللہ کا!


## ضرورت رشتہ

☆ رفیق تنظیم اسلامی کو اپنی بیٹی، عمر 23 سال، تعلیم بی ایس سی، میڈیکل ڈپلومہ (2 سالہ) صوم وصلوٰۃ کی پابند کے لیے دینی مزاج کے حامل اعلیٰ تعلیم یافتہ برسرِ روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0300-8499697

☆ ملتان شہر سے راجپوت فیملی کی 36 سالہ، دین دار، با پردہ خاتون، قد 5 فٹ 5 انچ، ایم اے انگلش، خلع یافتہ، بنا بچوں کے لیے نیک صالح رشتہ درکار ہے۔ سنجیدہ حضرات رابطہ کریں۔

برائے رابطہ: 0300-5574111




# مکی اور مدنی عہد میں نبوی دعوت کا طریقہ کار

مفتی محمد عارف

اللہ نے انسانیت کی رشد وہدایت کے لیے سلسلہ وار انبیاء کرام علیہم السلام کو بھیجا اور پھر اخیر میں آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو ہادی ورہبر بنا کر مبعوث فرمایا۔ آپ ﷺ نے اپنے دعوتی مشن کے ذریعہ اللہ سے دور بندگانِ خدا کو خدا کے قریب کیا اور شیطانی راج کو ختم کر کے ایسا صالح معاشرہ تیار کیا جو اخلاص بیز ہونے کے ساتھ ساتھ للّٰہیت سے لبریز تھا۔

آپ ﷺ کی دعوتی محنت کا آغاز آپؐ کے وطن مکہ مکرمہ سے ہوا، اور پھر مدینہ آپؐ کا وطن اور مرکز دعوت بنا۔ آپؐ نے اپنی مزاج شناسی کی خداداد بے نظیر قوت اور نورِ نبوت سے روشن بصیرت کے ذریعہ دونوں ہی جگہوں کے تقاضوں اور حالات پر نظر رکھتے ہوئے دعوت کے ایسے اسلوب اختیار کیے جو ان حالات کے بالکل عین مناسب اور موافق تھے۔ چنانچہ آپؐ کی پُراثر دعوت اور پُرحکمت طریقۂ دعوت نے کم عرصہ میں ایسی کامیابی حاصل کی کہ بارگاہِ الٰہی سے یہ اعلان آ گیا:

''آج میں تمہارے لیے تمہارا دین پورا کر چکا، اور تم پر میں نے اپنا احسان پورا کیا، اور میں نے تمہارے واسطے اسلام کو دین پسند کیا'' (المائدۃ:3)

اور وہ آواز جو ابتدا میں ایک فرد کی آواز تھی پورے عالم کی آواز بن گئی اور وہ تحریک جسے پناہ اور سہارے کی ضرورت تھی پورے جزیرۃ العرب پر حکمراں بن گئی۔ اور پھر ترقی کرتے ہوئے پورے عالم میں پھیل گئی۔ اور عالم کے بے شمار افراد کو اپنے حلقہ میں لے کر دنیا کی ایک بڑی تحریک بن گئی۔

نبی اکرم ﷺ کا مکی دور درحقیقت مظلومیت، بے بسی اور بے کسی کا دور ہے۔ اور اسی بے بسی اور بے کسی کے زیر اثر پہلی اور دوسری ہجرت کی صورت بھی پیدا ہوئی، ورنہ وطن کو چھوڑنا کوئی آسان کام نہیں، مکی زندگی میں رسول اللہ ﷺ کو بت پرستی میں محو ایسے بت پرستوں سے سامنا تھا جو ایک لمحہ کے لیے بھی شرک کو برا سمجھنے اور توحید کے قائل ہونے کے لیے تیار نہ تھے، بلکہ بالفاظ دیگر بتوں کی محبت ان کی سرشت میں داخل تھی، اور پھر یہی ایک برائی نہ تھی بلکہ وہ معاشرہ ہر قسم کی برائیوں کا مرکز تھا، اسی لیے ان برائیوں کے دور کو ''عہد جاہلیت'' سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور اسی عہد جاہلیت کی جہالتوں کے خوگر افراد کے سامنے اللہ اور اللہ کے اس دین کا تعارف کرانا تھا جس کی بنیاد شرک سے بیزاری اور خالص توحید پر تھی اور ہے، گویا ایسی چیز کی دعوت کی ذمہ داری رسول اللہ ﷺ پر نبوت کے ذریعہ ڈالی گئی جو اس وقت کے شرک کے خوگر افراد کی فکر اور مزاج کے بالکل خلاف تھی، اور وہ ایک پل کے لیے بھی اپنے من گھڑت معبود کو غلط سمجھنے کے لیے اور اپنے آباء واجداد کے طور طریق کے خلاف کسی دوسرے طور طریق اور مذہب کو قبول کرنے کے لیے تیار نہ تھے۔

ان حالات کا خصوصی تقاضا یہ تھا کہ ابتدائی مرحلہ میں مخفی طور پر کچھ لوگوں کو اس حقیقت سے واقف کرایا جائے اور ان کو مخفی طور پر اس کی دعوت دی جائے، چنانچہ آپؐ نے ابتدائی مرحلہ میں اپنے قریبی احباب اور ان لوگوں کو مخفی دعوت کا محور بنایا جن کے مزاج وطبیعت کی نرمی سے آپؐ کو یہ محسوس ہوا کہ وہ اس دعوت قبول کریں گے اور اس کے معاون ثابت ہوں گے۔ واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس ابتدائی مرحلہ میں رسول اللہ ﷺ کی دعوت عموماً اس طرح ہوتی تھی کہ لوگوں کے سامنے آپؐ اسلام کی تشریح کرتے، قرآن کریم کی تلاوت کرتے، اور جنت دوزخ کا ذکر کر کے ایمان کے ثمرات وفوائد اور اس سے دوری کے برے انجام کو بیان کرتے۔ اور اس کو سن کر لوگ آپؐ کے شیدائی ہو جاتے اور آپؐ کی رسالت کی تصدیق کرنے والے بن جاتے۔ (دیکھئے: السیرۃ النبویۃ لابن ہشام: ۵۳)

ابتدائی مرحلہ میں آپ ﷺ نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ، حضرت زید بن حارثہ، حضرت علی بن ابی

طالب ، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اسلام سے واقف کرایا اور اس کے قبول کرنے پر ان کو آمادہ کیا۔ ان لوگوں نے اس کو قبول کر کے اوّلیت کا شرف حاصل کیا، اور وہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے دعوتی مشن کے شریک و معاون بن گئے۔ پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جو قریش کے ایک باثر فرد تھے، اس دعوت کو ان لوگوں تک پہنچایا جن پر انہیں اعتماد تھا اور جن کی فہم و فراست سے وہ سمجھ رہے تھے کہ وہ اس دعوت کے حریف بننے کے بجائے حلیف بن جائیں گے۔ چنانچہ آپ کی تحریک پر حضرت عثمان غنی ، حضرت زبیر بن عوام ، حضرت عبد الرحمن بن عوف ، حضرت سعد بن ابی وقاص ، حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا۔ اسی دور میں کافی اور صحابہ کرامؓ اور صحابیاتؓ نے اسلام قبول کیا۔

اس طرح اسلام کی دعوت کے پہلے مرحلہ میں بہت سے لوگ اسلام کے حلقہ میں داخل ہو گئے اور اس قابل لحاظ تعداد کی وجہ سے مخفی دعوت کے طریقہ سے آگے بڑھتے ہوئے علانیہ طور پر اس تحریک کو آگے بڑھانے کے حالات پیدا ہو گئے ، چنانچہ اس مرحلہ میں اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو علی الاعلان دعوت کا حکم دیا ، اور اس کے بعد آپؐ نے طریقہ دعوت کو تبدیل کرتے ہوئے لوگوں کو اعلانیہ طور پر حق کو قبول کرنے کی دعوت دی اور شرک کی خطرناکی اور اس کے برے انجام سے ڈرایا۔

کتب تفسیر سے معلوم ہوتا ہے کہ کھلے عام دعوت کا حکم اللہ کی طرف سے ملنے کے بعد آپؐ نے قریش کے چالیس افراد کو کھانے پر مدعو کیا، جب سارے لوگ کھانے سے فارغ ہو گئے تو ابولہب نے یہ کہہ کر سارے لوگوں کو منتشر کر دیا کہ لوگو تم پر انہوں نے سحر کر دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ انہیں اپنا پیغام نہ سنا سکے، چنانچہ پھر دوسرے دن دوبارہ لوگوں کو کھانے پر مدعو کیا اور جلدی سے انہیں اپنا یہ پیغام سنایا:

''اے بنو عبد المطلب ، بے شک میں اللہ کی طرف سے تمہیں ڈرانے والا اور خوش خبری سنانے والا ہوں ، میں تمہارے پاس ایسی چیز لے کر آیا ہوں جسے کوئی نہیں لایا، میں تمہارے پاس دنیا اور آخرت کی بھلائی لے کر آیا ہو، اس لیے تم اسلام قبول کر لو، سلامتی پا لو گے ، اور اطاعت کرو ہدایت پاؤ گے۔'' (تفسیر الدر المنثور: سورۂ شعراء: 214)

رسول اللہ ﷺ کی اس بات کو سن کر سب کے سب واپس ہو گئے اور کسی نے ان کے اس پیغام کو اس وقت قبول نہیں کیا۔

کتب سیرت اور کتب تفسیر سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس حکم اعلان کے بعد آپؐ نے لوگوں کو کوہ صفا کے دامن میں یا صباحاہ کہہ کر جمع کیا اور پھر تمثیلی طور پر پہلے ان سے اپنی راست گوئی کا اقرار لیا اور پھر ان کو دین کی دعوت دی ، لیکن اس موقع پر ابولہب نے مجلس کو منتشر کر دیا اور رسول اللہ ﷺ کو برا بھلا کہا۔

گویا آپ ﷺ نے الگ الگ وقت میں مختلف طریقوں پر لوگوں کو جمع کر کے ان کے سامنے اسلام کو پیش کیا اور ان کو اس کے قبول کرنے کی دعوت دی۔ اور اپنی دعوت کے سلسلہ کو مکہ کی گلیوں اور بازاروں میں انفرادی اور اجتماعی ملاقات کی صورت میں جاری رکھا، اور اہل مکہ کی طرف سے پیش آنے والی تکالیف پر صبر کرتے ہوئے حق کی آواز کو مکہ کے ہر فرد تک پہنچا دیا۔ پھر آپؐ نے مکہ کے قرب و جوار میں آباد افراد کی طرف توجہ فرمائی اور اسی سلسلہ میں آپؐ نے سن دس نبوی میں طائف کا سفر کیا، اور دس دن تک وہاں قیام کر کے وہاں کے ایک ایک فرد تک کلمہ حق کو پہنچایا، لیکن وہاں کے لوگوں نے بھی اس پر منفی جواب دیا اور آپؐ کے ساتھ ناروا سلوک کرتے ہوئے آپؐ کو طائف سے واپس کر دیا۔ آپؐ مکہ واپس آ گئے۔ بیت اللہ کی وجہ سے مکہ چونکہ ایک مرکزی مقام تھا اور مختلف قبائل کی وہاں آمد ہوا کرتی تھی ، اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے آپؐ نے طائف سے واپسی کے بعد مکہ آنے والے قبائل کو دعوت دینے کا سلسلہ جاری کیا اور اس طرح اسلام کی دعوت مکہ سے باہر پہنچ گئی اور مکہ سے دور آباد لوگوں کو بھی کفر و شرک اور گمراہی سے نجات دلانے والے دین کے ظہور کی اطلاع مل گئی، اور اس طرح مکہ سے دور آباد بہت سے افراد اس سچائی کو قبول کر کے اس دین سے وابستہ ہو گئے۔

چھ افراد پر مشتمل مدینہ کا ایک قافلہ 11 نبوی میں مکہ فروکش ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے ملاقات کی اور ان کو ایمان کی دعوت دی، جسے ان لوگوں نے صرف قبول ہی نہیں کیا بلکہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ وعدہ کیا کہ وہ اپنی قوم تک بھی اس پیغام کو پہنچائیں گے۔ چنانچہ وعدہ کے مطابق ان لوگوں نے اس نبوی مشن کو اہل مدینہ کے سامنے بیان کیا اور پھر ان ہی کی تحریک پر بارہ افراد کا ایک قافلہ 12 نبوی میں مکہ آیا جن میں سے پانچ افراد وہ تھے وہ پہلے آ چکے تھے اور مسلمان ہو چکے تھے، جبکہ سات افراد نئے تھے۔ ان لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کی اور اسلام قبول کیا۔ (الرحیق المختوم)

ادھر مکہ کے حالات مسلمانوں کے لیے تنگ سے تنگ تر ہوتے جا رہے تھے ، اور بالآخر اتنے تنگ ہوئے کہ مسلمانوں کو ہجرت کے لیے مجبور ہونا پڑا اور پھر رحمۃ للعالمین ﷺ نے حکم الٰہی کے بعد مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ کو اپنا مستقر بنایا، اور اس طرح دعوتی مشن مکہ سے مدینہ منتقل ہو گیا ، اور جہاں مکہ سے اسلام کو نکالا گیا وہیں مدینہ میں اس کا استقبال کیا گیا ، اور مکہ کے بالکل برخلاف مدینہ اسلام اور مسلمانوں کے لیے ایک راحت بخش مقام ثابت ہوا۔ یہاں پہنچ کر رسول اللہ ﷺ نے اپنے اسلوب دعوت کو ہمہ جہت بناتے ہوئے سب سے پہلے مدینے میں ایک خالص اسلامی نظام کے تابع معاشرہ کی بنیاد ڈالی، اور پھر اسلام کی آواز کو کھلے عام مختلف علاقوں تک پہنچانے کا انتظام کیا۔ اسی ضمن میں آپؐ نے مختلف شاہان مملکت کو دعوتی خطوط بھی بھیجے ، نیز مختلف علاقوں سے آنے والے وفود کا استقبال کر کے ان کو دین کی حقیقت سمجھائی اور ان کو دین کی دعوت دی۔ جو افراد پہلے سے مسلمان ہو چکے تھے ان کو اسلامی احکامات بتائے اور زندگی کے تمام مراحل کے احکام کو عملی طور پر نافذ کر کے سب سے پہلے مدینہ میں ایک اسلامی معاشرہ قائم کیا تا کہ بندگانِ خدا کو دین حق کا اصل نقشہ نظر آئے۔ اور اُنہیں عملی طور اسلام کو سمجھنے کا موقع فراہم ہو۔ آپؐ نے دعوت کی راہ میں یہود و نصاریٰ کی طرف سے پیدا ہونے والی رکاوٹوں کو ختم کرنے کے لیے ان سے معاہدے کئے ، اور اسلام دشمن طاقتوں کی اسلام مخالف شاطرانہ حرکتوں کو دور کرنے نیز اسلام کی ترقی اور اس کی اشاعت کی راہ میں حائل کفر کی طاقت کو کمزور کرنے کی خاطر جب جہاد کی ضرورت پڑی تو آپؐ نے ان سے جہاد کیا، اور یہ بتا دیا کہ اب اس دعوت کو عالم تک پھیلنے سے کوئی نہیں روک سکتا۔ اللہ کے دین کی آواز اللہ کی زمین پر آباد اللہ کے بندوں تک پہنچ کر رہے گی۔ چنانچہ یہ آواز پوری دنیا میں آباد انسانوں تک ایسی پہنچی کہ خوش نصیب سننے والا اس کا اسیر ہو کر رہ گیا۔

❀❀❀

# ماہ محرم الحرام: تاریخ کے جھروکوں سے

مولانا عبدالرشید

محرم کا مہینہ، اسلامی تقویم کا پہلا مہینہ ہے جو عظمت واحترام میں بہت ساری نوعیتوں سے دیگر مہینوں پر فوقیت و برتری رکھتا ہے، جاہلیت کے تاریک ترین زمانے ہی سے ریگزارِ عرب کے وہ بدو جو علم سے دور اور عقل سے بیگانہ، وحشت سے قریب اور جنگ وجدال کے دلدادہ تھے، اس مہینے کے احترام میں قتل وقتال، جنگ وجدال، کشت وخون، لوٹ مار اور غارت گری ورہزنی سے باز رہتے تھے؛ یہی وجہ ہے کہ محرم کے مہینہ کو محرم الحرام کہا جاتا ہے کہ اس میں معرکہ کارزار گرم کرنا اور انسانوں کے خون کو ناحق بہانا حرام ہے۔

علامہ ابن رجب ؒ فرماتے ہیں: ہمارے اسلاف واکابر تین عشروں کی نہایت تعظیم کیا کرتے تھے۔ ایک رمضان المبارک کا آخری عشرہ، دوسرا ذوالحجہ کا پہلا عشرہ اور تیسرا محرم الحرام کا پہلا عشرہ۔ نیز فرماتے ہیں: بعض نے کہا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تیس دن کے بعد چالیس دن کی تکمیل کے لیے جن دس دنوں کا اضافہ کیا تھا، وہ یہی محرم الحرام کے دس دن تھے۔

آگے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے محرم الحرام کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف فرمائی ہے جو اس کے شرف اور خصوصی فضیلت پر دلیل ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ اپنی خصوصی مخلوق کی نسبت ہی اپنی طرف فرماتا ہے۔ (لطائف المعارف)

اس مبارک مہینہ کی دسویں تاریخ تو گویا خوبیوں اور فضیلتوں کا بیش قیمت گلدستہ ہے کہ اسی دن پیغمبر جلیل موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم بنی اسرائیل کو فرعون کے ظالمانہ وجابرانہ شکنجہ اور غلامی کی ذلت آمیز قید وسلاسل سے آزاد کرایا۔ اس دن کی فضیلت کے لیے اس سے بڑھ کر اور کیا شہادت ہوسکتی ہے کہ رمضان کے بعد اسی دن کے روزہ کو افضل وبرتر بتلایا گیا چنانچہ پیغمبر اسلام محمد عربی ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: ''رمضان کے مہینہ کے بعد محرم کے مہینہ کا روزہ افضل ترین روزہ ہے۔'' (صحیح مسلم)

لہٰذا دین کا حق تو یہ ہے کہ بندہ کمال بندگی کے ساتھ اپنے رب کی محبت میں سرشار ہوکر اس کی اطاعت وفرمانبرداری میں ہمہ تن مشغول ہوجائے۔ انتہائی عجز و نیاز کے ساتھ اپنی عبادت اور اعمال صالحہ کا نذرانہ اس کے دربار عالی میں پیش کرے اور روزہ ونماز ذکر وتسبیح کے ذریعے اس کی خوشنودی ورضامندی کا جویا وطلب گار رہے۔

رسول اکرم ﷺ نے خطبۂ حجۃ الوداع میں فرمایا: زمانہ گھوم کر اپنی اصلیت پر آ گیا ہے سال کے بارہ مہینے ہوا کرتے ہیں جن میں سے چار حرمت وادب والے ہیں تین تو پے در پے ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم الحرام اور چوتھا رجب المرجب جو جمادی الآخر اور شعبان کے درمیان ہے۔ (بخاری ومسلم)

**عاشورہ کا روزہ:**

اسلام سے پہلے لوگ عاشورہ کا روزہ رکھتے تھے اور اس کے خاتمہ پر عید کرتے تھے، ابتدائے اسلام میں عاشورہ کا روزہ فرض تھا جب رمضان کے روزے فرض ہوگئے تب عاشورہ کے روزے کی فرضیت منسوخ ہوگئی: جس کا دل چاہے رکھے، نہ چاہے نہ رکھے۔

جب آنحضرت ﷺ مکہ مکرمہ سے ہجرت کرکے مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو یہودیوں کو محرم کا روزہ رکھتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: تم اس روز کیوں روزہ رکھتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ یہ ہماری نجات کا دن ہے۔ اس دن اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو فرعون سے نجات دلائی اس لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے شکرانے کے طور پر روزہ رکھا۔ آپؐ نے فرمایا: حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہم تم سے زیادہ موافقت رکھنے کے حقدار ہیں۔ اس لیے نبی اکرم ﷺ نے خود بھی روزہ رکھا اور صحابہ کرامؓ کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ (بخاری ومسلم)

لیکن یہودیوں کی مشابہت سے بچنے کے لیے آپؐ نے فرمایا کہ اگر میں زندہ رہا تو محرم کی نویں اور دسویں کا روزہ رکھوں گا۔ مگر آئندہ سال آپؐ محرم کے آنے سے پہلے خالق حقیقی سے جاملے؛ لیکن یہ حکم باقی رہا اور صحابہ کرام ؓ نے عمل کیا لہٰذا محرم کی نویں دسویں یا دسویں گیارہویں یعنی دو دن روزہ رکھنا چاہیے۔ نیز رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: عاشورہ کا روزہ رکھو اور یہودیوں کی مخالفت کرو دسویں کے ساتھ ایک دن اور روزہ رکھو چاہے ایک دن پہلے ہو یا ایک دن بعد۔ (مسند احمد)

**ہجری تقویم کے آغاز کا مہینہ:**

ماہ محرم کی اہمیت اس لحاظ سے بھی ہے کہ یہ سن ہجری (اسلامی سال) کا پہلا مہینہ ہے جس کی بنیاد سرور کائنات کے واقعہ ہجرت پر ہے؛ لیکن اس کا تقرر اور آغاز استعمال 17 ہجری میں عہد فاروقی سے ہوا۔ یمن کے گورنر حضرت ابوموسیٰ اشعری ؓ کے پاس سیدنا عمر فاروق ؓ کے احکامات آتے تھے جن پر تاریخ کا اندراج نہیں ہوتا تھا چنانچہ 17 ہجری میں ابوموسیٰ ؓ کے توجہ دلانے پر سیدنا عمر فاروق ؓ نے مجلس شوریٰ کا اجلاس بلایا اور ان کے سامنے یہ مسئلہ رکھا۔ طے یہ پایا کہ اپنے سن تاریخ کی بنیاد واقعہ ہجرت کو بنایا جائے اور اس کی ابتدا محرم سے کی جائے: کیونکہ 13 نبوی کے ذوالحجہ کے بالکل آخر میں مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کا منصوبہ طے کرلیا گیا تھا اور اس کے بعد جو چاند طلوع ہوا وہ محرم کا تھا۔

مسلمانوں کا سن ہجری اپنے معنی ومفہوم کے اعتبار سے منفرد حیثیت کا حامل ہے۔ دوسرے مذاہب میں جو سن رائج ہیں وہ یا تو کسی شخصیت کے یوم ولادت کی یاد دلاتے ہیں یا کسی قومی واقعہ مسرت وشادمانی سے وابستہ ہیں۔ نسل انسانی کو اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ جیسا کہ سن عیسوی کی ابتدا سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہے۔ یہودی سن حضرت سلیمان علیہ السلام کی فلسطین پر تخت نشینی کے ایک پرشکوہ واقعہ سے وابستہ ہے، رومی سن سکندر فاتح اعظم کی پیدائش کو ظاہر کرتا ہے۔ بکری سن راجہ بکر ماجیت کی پیدائش کی یاد دلاتا ہے: لیکن اسلامی سن ہجری عہد نبوی کے ایسے عظیم الشان واقعہ کی یادگار ہے جس میں ایک سبق پنہاں ہے کہ اگر مسلمان پر اعلائے کلمۃ الحق کے لیے مصائب وآلام کے پہاڑ ٹوٹ پڑیں، سب لوگ دشمن ہوجائیں، اعزہ واقربا بھی اس کو ختم کرنے پر تل جائیں اس کے دوست احباب بھی اسی طرح تکالیف میں مبتلا کردیئے جائیں، تمام سربرآوردہ لوگ اسے قتل کرنے کا عزم کرلیں، اس پر عرصہ حیات تنگ کردیا جائے اس کی آواز کو بھی دبانے کی کوشش کی جائے تو اس وقت مسلمان کیا کریں؟ اسلام یہ نہیں کہتا کہ کفر وباطل سے مصالحت کرلی جائے یا حق کی تبلیغ میں مداہنت اور رواداری سے کام لیا جائے اور اپنے عقیدے اور نظریئے میں نرمی پیدا کرکے ان کے اندر گھل مل جائے تاکہ مخالفت کا زور کم ہوجائے۔ نہیں، بلکہ اسلام ایسی بستی اور شہر پر حجت تمام کرکے ہجرت کا حکم دیتا ہے۔

یہ واقعہ ہجرت ہمیں یاد دلاتا ہے کہ وہ مظلوم، بے کس بے بس اور لاچار مسلمان کس طرح اپنے مشن میں کامیاب

ہوئے اور کس طرح وہ خارستان میں گئے، بیابان اور جنگلوں کی خاک چھانی۔ اپنے آبلوں سے کانٹوں کی تواضع کی، تپتی ریت اور دہکتے کوئلوں کو ٹھنڈا کیا، جسم پر چرکے کھائے، سینے پر زخم سجائے، آخر منزل مقصود پر پہنچ کر دم لیا، کامرانی وشادمانی کا زریں تاج اپنے سر پر رکھا اور پستی وگمنامی سے نکل کر رفعت وشہرت اور عزت وعظمت کے بام عروج پر پہنچ گئے۔

### شہادت سیدنا عمر فاروق ؓ:

سیدنا فاروق اعظم ؓ کی مبارک زندگی اسلامی تاریخ کا وہ روشن باب ہے جس نے ہر تاریخ کو پیچھے چھوڑ دیا، آپ نے حکومت کے انتظام وانصرام بے مثال عدل وانصاف، عمال حکومت کی سخت نگرانی، رعایا کے حقوق کی پاسداری، اخلاص نیت وعمل، جہاد فی سبیل اللہ، زہد وعبادت، تقویٰ وخشیت الٰہی اور دعوت کے میدانوں میں ایسے ایسے کارہائے نمایاں انجام دیے کہ انسانی تاریخ ان کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ انسانی رویوں کی گہری پہچان، رعایا کے ہر فرد کے احوال سے بروقت آگاہی اور حق وانصاف کی راہ میں کوئی رکاوٹ برداشت نہ کرنے کے اوصاف میں کوئی حکمران فاروق اعظمؓ کا ثانی نہیں۔ آپ اپنے بے پناہ رعب وجلال اور دبدبہ کے باوصف نہایت درجہ سادگی فروتنی اور تواضع کا پیکر تھے۔ آپ کا قول ہے کہ ہماری عزت اسلام کے باعث ہے دنیا کی چکا چوند کے باعث نہیں۔

سیدنا عمر فاروق ؓ کے بعد آنے والے حکمرانوں میں سے جس نے بھی کامیاب حکمران بننے کی کوشش کی اسے فاروق اعظمؓ کے قائم کردہ ان زریں اصولوں کو مشعل راہ بنانا پڑا جنہوں نے اس عہد کے مسلمانوں کی تقدیر بدل کر رکھ دی؛ مگر اس آفتاب عالم تاب کو بھی اپنے ان مٹ نقوش چھوڑ کر ایک دن غروب ہونا تھا سو یکم محرم الحرام کو عدل وانصاف کا یہ نیر تاباں ہمیشہ کے لیے روپوش ہو گیا۔

### شہادت سیدنا حسین ؓ:

نواسۂ رسول جگر گوشۂ بتول سیدنا حضرت حسین ؓ وہ عظیم ہستی ہیں کہ جن کے فضائل ومناقب، سیرت وکردار اور روشن کارناموں سے تاریخ اسلام کے صفحات بھرے پڑے ہیں، سیدنا حضرت حسین ؓ نے خاندانِ نبوت، فاتح خیبر سیدنا حضرت علی المرتضیٰؓ کے گھر میں آنکھ کھولی۔ آپ کے نانا ہادی عالم ﷺ نے آپ کے کان میں بنفس نفیس اذان دی۔ اپنے پاکیزہ اور مبارک ہاتھوں سے شہد چٹایا۔ اپنا لعاب مبارک آپ کے منہ میں داخل فرمایا، دعائیں دیں اور حسین نام رکھا۔ پھر آپ ﷺ نے آپ کی والدہ ماجدہ، اپنی سب سے چھوٹی اور لاڈلی لخت جگر، خاتونِ جنت حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا کو عقیقہ کرنے اور سر کے بالوں کے برابر چاندی خیرات کرنے کی تلقین فرمائی۔

سیدنا حضرت حسین ؓ نے اپنے نانا حضور اکرم ﷺ سے بے پناہ شفقت ومحبت کو سمیٹا اور سیدنا حضرت علی المرتضیٰ ؓ کی آغوش محبت میں تربیت وپرورش پائی۔ جس کی وجہ سے آپؓ فضل وکمال، زہد وتقویٰ، شجاعت وبہادری، سخاوت ورحمدلی، اعلیٰ اخلاق اور دیگر محاسن وخوبیوں کے بلند درجہ پر فائز تھے۔

حضور اکرم ﷺ کو آپ سے بہت زیادہ محبت تھی آپ حضرت حسینؓ کو گود میں اٹھاتے، سینہ مبارک پر کھلاتے، کاندھے پر بٹھاتے اور کبھی ہونٹوں پر بوسہ دیتے اور رخسار چومتے۔ حضرت حسین ؓ کی شہادت 10 محرم الحرام 61 ہجری کو کربلا میں ہوئی۔

تاریخ کے ان واقعات کو بیان کرنے کا مقصد یہی ہے کہ ہم ان سے سبق آموزی اور عبرت پذیری کی عادت پیدا کریں، سرسری پڑھ کر چھوڑ دینے کے بجائے عمل کی نیت سے بار بار پڑھتے اور اپنا محاسبہ کرتے رہیں، ان شاءاللہ بہت جلد ایک صالح انقلاب ہماری زندگیوں میں آئے گا اور ہم بھی نیک تبدیلی کی طرف گامزن ہو جائیں گے۔ اللہ پاک توفیق عمل نصیب فرمائے۔ آمین

## إنا لله وإنا إليه راجعون — دعائے مغفرت

☆ حلقہ ملاکنڈ، بی بیوڑ کے ملتزم رفیق شریف اللہ خان وفات پا گئے۔
برائے تعزیت: 0301-8069224

☆ حلقہ کراچی شمالی، بفرزون شادمان کے نقیب اسرہ جناب طارق خان کی اہلیہ وفات پا گئیں۔ برائے تعزیت: 0320-3145062

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھُمَا وَارْحَمْھُمَا وَاَدْخِلْھُمَا فِیْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْھُمَا حِسَابًا یَّسِیْرًا


بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد
کی دو جامع اور مختصر مگر عام فہم اور محققانہ تاریخی کتابوں کا مطالعہ کیجئے

## سانحۂ کربلا

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی عزیمت وعظمت کی صحیح تصویر

قیمت خاص: 50
قیمت عام: 30 روپے

## شہید مظلومؓ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مناقب اور آپ کی مظلومانہ شہادت کے بیان پر جامع تالیف

قیمت خاص: 50

مکتبہ خدام القرآن لاہور
36۔ کے ماڈل ٹاؤن، لاہور email:maktaba@tanzeem.org



## کوپن برائے سالانہ خریداری

میں ہفت روزہ **ندائے خلافت** لاہور کا سالانہ خریدار بننا چاہتا ہوں/ چاہتی ہوں، براہ مہربانی مجھے ماہ اگست سے (............) وی پی کی شکل میں درج ذیل پتہ پر ارسال کر دیجئے۔

میری طرف سے سالانہ زر تعاون کی رقم بذریعہ منی آرڈر/ بنک ڈرافٹ ارسال خدمت ہے۔

(ادارہ) رقم ہفت روزہ **ندائے خلافت** لاہور 36-K ماڈل ٹاؤن لاہور کے پتہ پر ارسال کیجئے۔

نام: ..................................................

پتہ: ..................................................

# Only Islamic ideology can keep Pakistanis united

LAHORE: Shujauddin Shaikh, the newly-appointed Ameer of Tanzeem-e-Islami (TI), says he faces a daunting challenge of keeping up the momentum of the struggle for organizing the nation towards achieving the lofty dream of reviving Islamic Khilafah which his predecessors had maintained over the last 45 years.

"I'm overawed by the high standards set by my predecessors, especially Dr Israr Ahmad *(RAA)*, and the magnitude of their achievements. I feel burdened by a huge responsibility and a sacred trust. And wonder how could I discharge my responsibilities for leading the nation for reviving Islamic Khilafah," he said while talking to The News in his first interview to media after assuming charge.

Shujauddin Shaikh, 46, and father of seven, left a career of working as chartered accountant to become preacher of Quran and concept of Islamic Khilafah after he began watching lectures of Dr Israr Ahmad *(RAA)* since 1991.

He said he had attracted towards understanding the message of Quran and learning Arabic language. When in school his Urdu teacher had drawn his attention towards learning Arabic to understand the message of Allah Almighty *(SWT)* to His *(SWT)* best creation. Taking the cue, he enrolled himself in courses of Arabic language and understanding Quran. He formally joined Tanzeem-e-Islami in late 90's and began giving lectures and speeches on Quran. Now he has become a household name among those watching Quran lectures. Asked about the achievements of Tanzeem-e-Islami in pursuit of its objectives, Shujauddin Shaikh said that not the numbers but the quality and commitment of people matter. "Besides, the very objective of reviving Islam in its original shape is sacred enough to qualify for divine help and assistance. Success and failure is from Allah Almighty *(SWT)*, while human beings are only required to obey the divine commandments and display complete allegiance to the Creator *(SWT)*," he added.

The key issue, he said, is that Pakistan must be governed under the very objective (enforcing Islam) for which it was created otherwise the country would not survive against conspiracies and disasters. Referring to the dismemberment of East Pakistan, he said, "We must keep in mind that Islam is the only ideology which can keep the Pakistanis united and fused as one nation. Promoting the secular concepts of nation states, racial and regional tendencies is always disastrous for Muslims, he added.

He emphasized that Pakistanis deeply love Islam from the core but decades of living under secular laws have promoted the secular tendencies of shunning Islam from life affairs and confining Allah Almighty's *(SWT)* commands to worshiping and rituals only.

"Still, an overwhelming majority of Pakistanis deeply love Islam and its culture. Even those who don't care for obligatory daily prayers, vehemently react to the violations of Islamic values and even tend to sacrifice their lives for protecting the Honour of Holy Prophet *(SAAW)*."

Shujauddin Shaikh was especially full of praise for the love of Islamic system among Pakistani youths. He recalled a recent survey of British Council in Karachi University showing 76 per

for the love of Islamic system among Pakistani youths. He recalled a recent survey of British Council in Karachi University showing 76 per cent students voted in favor of Islamic system in Pakistan and only a small minority voted for democracy. He also recalled a similar survey in Quaid-e-Azam University in late 2000's wherein 79 percent students said Islamic Khilafah would best suit Pakistan and solve the problems faced by people, against 12 percent favoring democracy.

Asked why religious parties never get enough votes to become a majority in parliament, or equal to the numbers in which people attended their public meetings, he said, "I think people deep down feel that religious leaders seeking votes were unable to bring Islamic revolution, adding that (with a smile) they probably attend the public meetings of religious parties for seeking divine blessing (Barkat). Asked about the differences among the approaches of TI and other religious organizations calling for Islamic Khilafah, Shujauddin Shaikh said some differences in methodology among all Islamist leaders and their parties were natural.

"We respect all fellow scholars and Dawah workers since they are pursuing the same objective of calling human beings towards eternal success." He said TI founder Dr Israr Ahmad *(RAA)* recorded 11 detailed lectures on the methodology of Holy Prophet *(SAAW)* for bringing about Islamic revolution [Minhaj-e-Inqilab-e-Nabvi *(SAAW)*] 35 years ago, adding the party is working upon that methodology and the signs of success are coming slowly but they are there in society positively.

About the solution to Kashmir issue, Shujauddin Shaikh said the oppressed Kashmiri Muslims must be rescued and protected from the atrocities of Indian occupant forces. "But before annexing more lands into Pakistan, we should do soul searching whether we have enforced complete Islam on the lands we had obtained 73 years ago under the promise to The Almighty *(SWT)* that complete Islam will be enforced in every walk of life," he said.

Regarding the blood of Muslims being spilled all over the world, Shujauddin Shaikh said the apparent situation was definitely frustrating as enemies had been capturing Muslims lands and massacring innocent Muslims.

"The main reason behind Muslims' devastation is that Muslim governments are not ready to fight against the enemies by reposing complete trust in Almighty Allah *(SWT)*. Muslim rulers are either afraid of enemy strength or give priority to protecting their rule", he said.

***Source****: An interview of the Ameer of Tanzeem-e-Islami, Shujauddin Shaikh, published in daily The News, on 14 August 2020. Interviewer and publisher of the tract, Asim Hussain.*

**Ref***:*
*https://www.thenews.com.pk/print/700357-only-islamic-ideology-can-keep-pakistanis-united-ti-amir*

**نمونہ کا پرچہ مفت حاصل کریں**

مجھے ہفت روزہ **ندائے خلافت** لاہور کا ایک شمارہ
درج ذیل پتہ پر بطور نمونہ ارسال فرمائیں۔ مطالعہ کے بعد سالانہ
خریدار بننے کا فیصلہ کروں گا/کروں گی۔

نام: ..........

پتہ: ..........

..........

..........

فون نمبر: ..........

Vol. 29 Regd. C.P.L NO. 114 No.27